امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 9 نومبر 2020ء بمطابق ربیع الاول 1442ھ ق شمارہ 9

بین الافغانی مذاکرات
اور سبوتاژ کرنے کا آخری ڈرامہ

دوحہ معاہدہ
اور ایک غلط فہمی

- قوم اور تاریخ کا فخر، جلال الدین حقانی رحمہ اللہ
- ایوان صدر کی جنگ طلب پالیسی
- لاشوں کی بے حرمتی اور اس کے پس پردہ عوامل

فرانسیسی صدر کی اسلام دشمنی
اور اسلامی دنیا کی درد ناک خاموشی

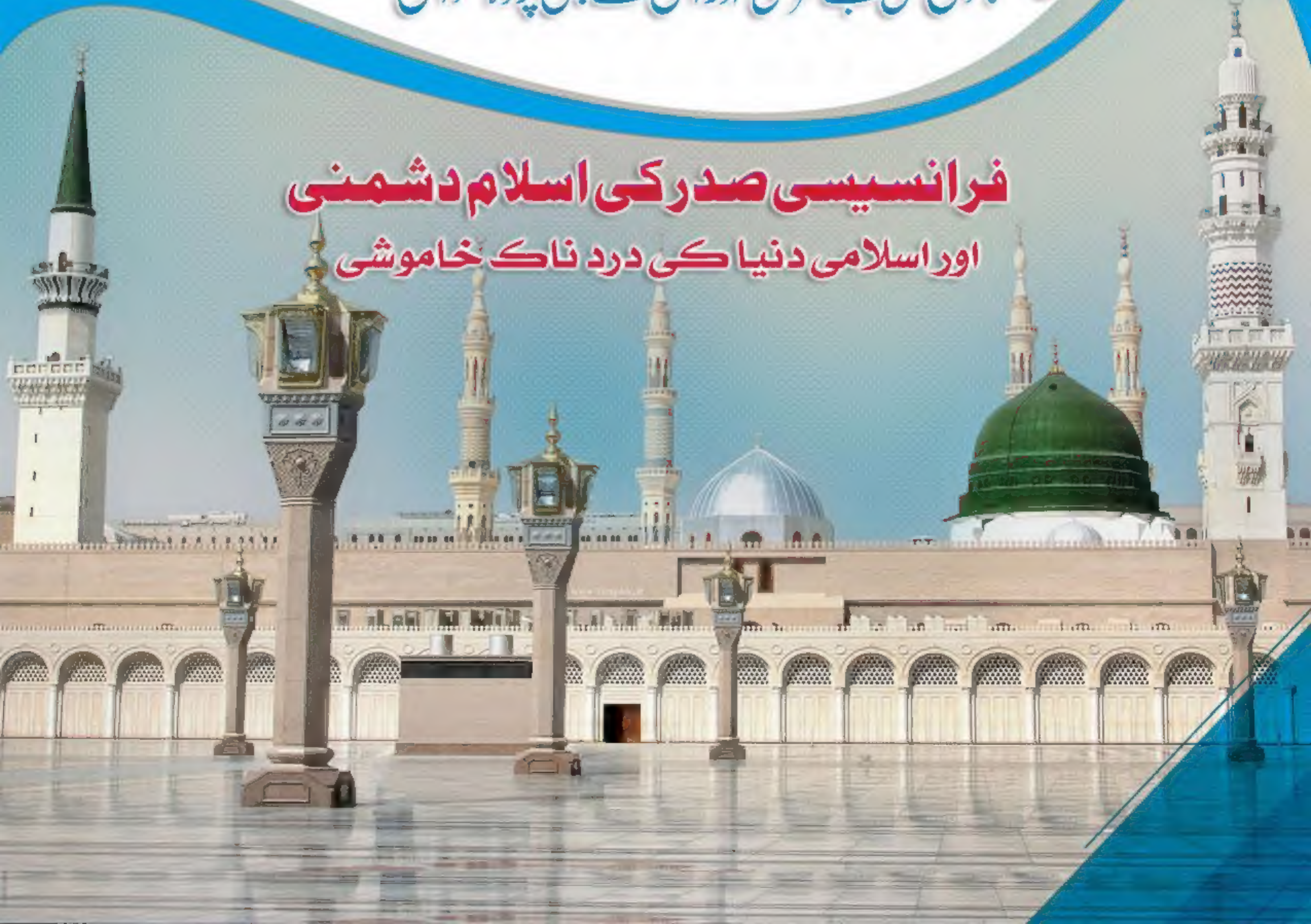

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عُمَرَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَاَيُّهَاالنَّاسُ تَوَاضَعُوا فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ، فَهُوَ فِي نَفْسِهِ صَغِيرٌ، وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيمٌ، وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيرٌ، وَفِي نَفْسِهِ كَبِيرٌ، حَتَّى لَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ وَّ خِنْزِيرٍ"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے ایک بار منبر پر سے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "اے لوگو! تواضع، انکساری اختیار کرو۔ اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے "جو کوئی انسان اللہ کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کو بلند فرما دیتا ہے۔ وہ اپنی نظر میں معمولی ہوتا ہے؛ جبکہ لوگوں کی نگاہ میں غیر معمولی ہو جاتا ہے اور جب کوئی انسان تکبر کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کو ذلیل کر دیتا ہے وہ اپنی نظر میں عظیم ہوتا ہے جب کہ لوگوں کی نظر میں حقیر ہوتا ہے یہاں تک کہ کتا اور سور سے بھی زیادہ حقیر ہو جاتا ہے۔

(مشکوۃ باب الغضب)

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۹/ نومبر ۲۰۲۰/ ربیع الاول ۱۴۴۲/ شمارہ ۹

مدیر اعلی: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 50 روپے

سالانہ 500 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی "میڈیا و ثقافتی کمیشن" کی جانب سے شایع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

بین الافغانی مذاکرات اور سبوتاژ کرنے کا آخری ڈرامہ	2
اسلام کی توہین کا نہ تھمنے والا سلسلہ اور حکمرانوں کی دردناک خاموشی	3
امارت اسلامیہ کی جدوجہد، دیگر اسلام پسندوں کے لیے مشعلِ راہ	7
محترم ملا تاج میر جواد صاحب سے تفصیلی گفتگو	9
کچھ خدشات اور ان کی وضاحت	16
سیرت کا ایک اہم پہلو	18
اسلامی حاکمیت کے قیام کے لیے راہِ عمل!	20
ایوان صدر کی جنگ طلب پالیسی	25
دوحہ معاہدہ اور ایک غلط فہمی	27
قوم اور تاریخ کا فخر، جلال الدین حقانی رحمہ اللہ	28
لاشوں کی بے حرمتی اور پس پردہ عوامل	33
کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ	35
ہفتہ وار بریفنگ	36
جنگی جرائم) اکتوبر	39
افغانستان اکتوبر 2020 میں	42

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com
WhatsApp: 0093708638285

ادار یہ !

بین الافغانی مذاکرات اور سبوتاژ کرنے کا آخری ڈرامہ

انسانی تاریخ کی سب سے بڑی فوجی اتحاد اور تمام تر جنگی وسائل اور جدید ترین اسلحہ کو دیکھتے ہوئے کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ غریب اور نہتی افغان قوم ان کے مقابلے کے لئے میدان میں اترے گی۔ مہینوں یا پھر برسوں تک ان کے ساتھ مقابلہ جاری رکھنا تو بہت دور کی بات تھی۔ لیکن پھر جب مجاہدین معمولی وسائل کے ساتھ ان کے مقابلے میں میدان میں آگئے تو نہ صرف یہ کہ برسوں تک ان کا مقابلہ کیا بلکہ انہیں شکست کے دہانے پر پہنچا کر ہی چھوڑا۔

پھر یہ بھی بظاہر خلاف توقع تھا کہ جنگ کے میدان میں تاریخی کامیابی کے بعد امارت اسلامیہ شکست خوردہ دشمن کے ساتھ مذاکرات بھی کرے گی۔ لیکن چونکہ جنگ جاری رکھنا امارت اسلامیہ کا اصل ہدف نہیں تھا بلکہ ملک وملت کی آزادی، بیرونی قبضے کا خاتمہ اور اسلامی نظام کا نفاذ ہی اصل ہدف اور قوم کی بڑی امید تھی۔ اور صلح کے راستے سے جہاد کے اہداف اور قوم کی امید پوری ہوتی نظر آرہی تھی، ساتھ ہی وہ جنگ بھی بند ہونی تھی جس کی وجہ سے ہر دن قوم کے سیکڑوں بچے مارے جارہے ہیں، پبلک مقامات پر بمباری کی جاتی ہے، گاؤں کے گاؤں صفحہ ہستی سے مٹ رہے ہیں اور لوگ اپنے گھروں کو چھوڑنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔

تو صلح ہونے کی صورت میں اسانی کے ساتھ جہادی اہداف اور قوم کی تمنائیں پوری ہونے کو دیکھتے ہوئے امارت اسلامیہ نے مذاکرات کی حامی بھرتے ہوئے نیک ارادے، بلند عزائم اور مضبوط موقف سے دشمن کے ساتھ مذاکرات شروع کیے اور پھر جیسے انہوں نے جنگ کے میدان میں استقامت دکھائی، نہ دشمن کے زور کے آگے جھکے، نہ جنگ سے دل برداشتہ ہوئے اور نہ ہی اپنے عالی اہداف سے دستبردار ہوئے، بالکل اسی طرح ڈپلومیسی کے میدان میں بھی ڈٹے رہ کر دنیا کو حیران کر دیا۔

کابل ادارے کے اعلیٰ حکام اور امریکہ کے زیادہ تر فوجی سربراہ جو اپنے مفادات جنگ کے دوام میں ہی سمجھتے ہیں، نے مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کے لئے جنگ کے میدان کو خوب گرم کئے رکھا، عوام کے خلاف ظلم وسربریت سے بھرپور کاروائیاں کیں، دنیا کو امارت اسلامیہ سے بدظن وبدگمان کرنے کے لئے طرح طرح کی کوششیں کیں۔ لیکن صد افرین ہوں امارت اسلامیہ کے مدبر رہنماؤں پر جنہوں نے ان کو اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ امارت اسلامیہ کے رہنماؤں نے ایسی فضا بنائی کہ جس میں امریکیوں کو پیچھے جانے کی بجائے آگے جانے میں عافیت محسوس ہوئی، یہ مذاکرات 18 مہینوں تک چلتے رہے جو اپنے دشمن کے ساتھ امریکہ کے سب سے طویل مذاکرات ثابت ہوئے اور خوش قسمتی سے امریکہ ان سب چیزوں کو ماننے کے لئے تیار ہوا جو نہ صرف امارت اسلامیہ بلکہ پوری مجاہد قوم کے کے لئے ریڈ زون تھا۔ توالحمد للہ یہ مذاکرات نتیجہ خیز ثابت ہوئے اور افغانستان سے امریکیوں کا انخلاء شروع ہوا، دشمن کی جیلوں سے ایک، دو، دس یا سو نہیں بلکہ پورے 5 ہزار قیدی رہا ہو کر آگئے۔

کابل ادارہ جب مذاکرات اور اس کے نتیجے میں ہونے والے تاریخی معاہدے کو روکنے میں ناکام ہوا تو اس کو سبوتاژ کرنے کے لئے کوششیں شروع کر دیں۔ معاہدہ کے مطابق پہلے دس دن میں 5 ہزار قیدیوں کی رہائی کا معاملہ 6 مہینے تک موخر رہا جس کی وجہ سے مذاکرات کا دوسرا حصہ یعنی بین الافغانی مذاکرات بھی تاخیر کا شکار ہوگئے۔

لیکن امارت اسلامیہ کو دینی اقدار، شرعی مقاصد اور ملک وملت کے عالی اہداف ہر چیز سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں اور امارت اسلامیہ کو قوی امید تھی کہ بین الافغانی مذاکرات کامیاب ہونے سے افغانستان میں جنگ کا خاتمہ ہو کر 40 سالہ بحران کا خاتمہ ہو جائے گا، اور افغانوں کی خواہش کے عین مطابق ایک صاف ستھرا اور سچا اسلامی نظام دوبارہ نافذ ہو جائے گا اس لئے انہوں نے ان مذاکرات کو ہر صورت میں ہونے کے لئے ہر طرح کی کوشش کی۔

بین الافغانی مذاکرات میں امارت اسلامیہ کی جانب سے قاضی القضاۃ، رہبری شوریٰ کے ممبرز اور نمائندگان کی شرکت یہ ثابت کرتا ہے کہ امارت اسلامیہ جنگ کی بجائے بات چیت کے ذریعے مسئلہ حل کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ اس لئے کہ اس جنگ کو جاری رکھنے کی صورت میں زیادہ تر نقصانات افغانوں کو برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

لیکن اشرف غنی اور اس کے ہم خیال لوگ جنہیں اپنے مفادات جنگ کی بقا میں دکھائی دیتے ہیں مسلسل طور پر بین الافغانی مذاکرات کو ناکام بنانے کی کوششوں میں ہیں۔

کابل سے مذاکرات میں شرکت کے لئے جانے والی ٹیم کابل ادارے کے ساتھ مسلسل رابطے میں ہے اس لئے مذاکرارت کے دوران انتہائی نامعقول اور بے فائدہ قیود وشرائط پیش کرتے ہیں، تاکہ امارت اسلامیہ ان مذاکرات کو آگے لے جانے سے انکار کردے اور یوں یہ مذاکرات ناکام ہو جائیں اور اس کی ساری ذمہ داری امارت اسلامیہ پر ڈال دی جائے۔ لیکن امارت اسلامیہ کے رہنماؤں نے ان کے ناپاک ارادوں کو ناکام بناتے ہوئے ہر حال میں مذاکرات کرنے اور آگے لیجانے کا راستہ ہی اختیار کیا جس کی وجہ سے کابل ادارے کا یہ منصوبہ تاحال ناکامی کا شکار ہے، اسی لئے انہوں نے امارت اسلامیہ کے خلاف عوامی جذبات کو بھڑکانے کے لئے کابل یونیورسٹی پر حملے کا ڈرامہ رچایا۔

پوری دنیا اور قوم گواہ ہے کہ گزشتہ 19 برسوں سے جاری جہاد میں طالبان نے کبھی بھی غیر فوجی مراکز کو ہدف نہیں بنایا، دوسری بات یہ کہ داعش نے اس حملے کی ذمہ داری قبول کرلی ہے اور حملہ آوروں کی تصاویر بھی شائع کی ہیں۔ حملے کا ہدف بھی واضح کردیا ہے لیکن کابل ادارہ نے پھر بھی انہیں بری الذمہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہوئے بلا تحقیق وتصدیق اس حملے کی ذمہ داری طالبان پر ڈال دی۔ اور قوم کو باور کرانے کے لئے اسی رات جھوٹے ثبوت بھی بنالئے تھے۔ لیکن ان کی بدقسمتی تھی کہ قوم بہت جلد ان کے مکروفریب کو سمجھ گئی اور تمام تر آزاد صحافیوں اور تجزیہ کاروں نے اسے کابل انٹلی جنس کا کارنامہ سمجھا جس میں داعش کو بطور آلہ کار استعمال کیا گیا تھا۔ اس لئے اس ڈرامہ نے بجائے نفع کے ان کو نقصان سے دوچار کیا ہے اور قوم کے دلوں میں ان کی نفرت کو مزید بڑھادیا ہے۔

کابل ادارہ کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اب مزید ان کے ڈرامے نہیں چلیں گے اور قوم کے دلوں میں نفرت کے بعد بیرونی آقاؤں کے دلوں میں بھی ان کے لئے نفرت ہی ہوگی اور وہ وقت بہت قریب ہے جب وہ ان سے ہاتھ اٹھالیں گے۔۔۔ پھر یہ انہی مذاکرات کے لئے کف افسوس ملیں گے لیکن تب ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔

اسلام کی توہین کا نہ تھمنے والا سلسلہ اور حکمرانوں کی دردناک خاموشی

حسن مومند

آپ کے علم میں ہوگا کہ فرانس کے دارالحکومت پیرس میں بڑی عمارتوں کی دیواروں پر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب توہین آمیز خاکوں کے پوسٹر لگادیے گئے ہیں۔اس ناروا اقدام سے ایک ہفتے قبل فرانس کے صدر ایمانویل میکرون نے کہا تھا کہ "اسلام بحرانوں والا دین ہے، 1905ء میں بنائے گئے مذہبی آزادی کے قوانین میں تبدیلی کے بعد مسلمانوں کی مذہبی آزادی محدود ہوجائے گی"۔

اسلام فرانس کا دوسرا سب سے بڑا مذہب ہے۔یہاں دین مبین اسلام کے پیروکاروں کی تعداد 7ملین ہے جن میں سے اکثریت کا تعلق مراکش، الجیریا ،تیونس،المغرب اور دوسرے ان ممالک سے ہے جو کسی وقت فرانسیسی استعمار کے تسلط میں تھے۔لیکن یہاں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ فرانس یورپ کا وہ ملک ہے جہاں اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔اس لیے مغربی ممالک مسلسل اس خدشے کا اظہار کررہے ہیں کہ کچھ عشروں بعد یہ ملک اسلامی ملک میں تبدیل ہوجائے گا۔

اسلام دشمن عناصر اور دوسرے مغربی ممالک یہاں بڑی ڈھٹائی اور جذباتی طور پر اسلام سے دشمنی کا اظہار کرتے ہیں اور مسلسل حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔اس کی ایک اہم وجہ فرانس میں اسلام کا تیزی سے پھیلنا ہے۔اس لیے یہ لوگ اسے روکنے کی ناکام کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

گزشتہ دوعشروں سے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ امریکا اور مغرب کی دشمنی اب مزید عیاں ہوچکی ہے۔ایک جانب انہوں نے اسلامی دنیا پر عسکری جارحیت شروع کررکھی ہے۔اور کچھ ممالک میں داخلی خونی جنگوں کی آگ بھڑکا رہے ہیں۔ جبکہ دوسری جانب دنیا میں اسلام کے بارے میں لوگوں میں نفرت کو ہوا دینے، مسلمانوں کو بدنام کرنے،اسلام کے تیزی سے پھیلاؤ کو روکنے، اسلامی شعائر کی اہمیت کم کرنے ،دینی مقدسات کے ساتھ مسلمانوں کی محبت وعقیدت ختم کرنے، مسلمانوں کی ہر قسم کی ایذاءرسانی کا موقع نہ گنوانے،ذہنی لحاظ سے مسلمانوں کو مکمل طور پر مفلوج کرنے کے لیے ایک منظم منصوبہ بندی کے تحت قرآن عظیم الشان کی بے حرمتی، نبی کریم ﷺ کی توہین سمیت اسلامی مقدسات کی توہین کا ایک نہ تھمنے والا سلسلہ شروع کررکھا ہے۔اس سلسلے کا آغاز گوانتاناموبے،ابوغریب اور بگرام جیسے عقوبت خانوں سے ہوا جہاں متعدد بار مسلمان قیدیوں کے سامنے ان کے مقدس کتاب قرآن کریم کی توہین کی گئی۔اور پھر جان بوجھ کر میڈیا پر خبریں بھی چلادیں۔لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی خاطر امریکا کی طرف سے رسمی طور پر صرف اتنا کہا گیا کہ یہ چند امریکی فوجیوں کا انفرادی عمل ہے امریکی حکومت اس کی تائید نہیں کرتی۔

جب دنیا کے مسلمانوں کی جانب سے کوئی ایسا ردِ عمل سامنے نہیں آیا جس سے مغرب کو تکلیف پہنچے تو مغرب کے اسلام دشمن ایک قدم اور آگے آئے اور سب سے پہلے ڈنمارک اور بعد میں دوسرے مغربی ممالک نے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کی۔ہالینڈ کے بدبخت یہودیوں کے ذریعے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کے خلاف توہین آمیز فلم بناکر ریلیز کردی گئی۔اس بار بھی اسلامی دنیا نے وہ ردِ عمل نہیں دکھایا جس کی ضرورت تھی۔اس لیے اسلام دشمن عناصر مزید گستاخیاں کرنے لگے اور ایک امریکی ملعون پادری ٹیری جونز نے تمام مغربی دنیا میں جس میں امریکا سرفہرست تھا، پوری اسلامی دنیا کی غیرت کو چیلنج کرتے ہوئے قرآن کریم کو نذر آتش کرنے کے مقابلے کا اعلان کیا اور پھر متعدد پادریوں نے درجنوں صحافیوں کی موجودگی میں قرآن پاک نذر آتش کرنے کا وحشت ناک عمل انجام دیا۔مسلم امہ نے اس ناپاک عمل کے خلاف اپنے بھرپور غصے اور نفرت کا اظہار کیا۔عوام کی جانب سے بڑے بڑے مظاہرے کیے گئے جن میں بڑی تعداد میں لوگ شہید وزخمی ہوئے۔

یہ ان کی اپنے نبی اور دین کے ساتھ محبت کی ایک واضح دلیل تھی،ان کی یہ قربانی قابل قدر ہے۔لیکن دوسری جانب اسلامی دنیا کے حکمرانوں نے اس بارے میں نہایت بے حسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجرمانہ خاموشی اختیار کررکھی تھی۔اس لیے امریکا اور دوسرے مغربی ممالک پر مطلوبہ دباؤ نہیں ڈالا جاسکا،جو مسلمانوں کے لیے اطمینان کا باعث بن سکتا تھا،تاکہ انہیں کم سے کم یہ اطمینان دلایا گیا ہوتا کہ اس طرح کے واقعات آئندہ نہیں ہوں گے۔یادرہے کہ اسلام دشمن عناصر نے مغرب میں یہ خوف پھیلایا ہے کہ اگر اسلام کے سونامی کا راستہ نہ روکا گیا تو یہ پورے یورپ کو بہا لے جائے گا۔اس لیے یورپ ہمیشہ قانون سازی میں ایسے مادے شامل کرتا رہتا ہے جس سے اسلام کی اشاعت کا راستہ روکا جاسکے۔اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مغرب میں پھیلنے والا خوف کسی حد تک بجا ہے، لیکن اس میں بھی کوئی دورائے نہیں کہ اس میں نہایت مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہے۔کیوں کہ خوف پھیلانے والے کوئی اور نہیں بلکہ یہودی ہیں جن کی آبادی دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکا اور یورپ

میں مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھی۔ اب جب یہودی خواتین نے بھی بچے پیدا کرنے سے انکار کر دیا، یا ایک اور دو بچوں کی پالیسی کی طرف ان کا میلان زیادہ ہو گیا ہے، تو یہودیوں کی آبادی بتدریج کم ہوتی جا رہی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہودیت ایک غیر دعوتی مذہب ہے۔ یہودی ہندوؤں کی طرح کسی کو بھی یہودی مذہب قبول کرنے کی دعوت نہیں دیتے، اور نہ کوئی ایسا شخص یہودی مذہب اختیار کر سکتا ہے جس کے والدین میں سے کوئی ایک یہودی نہ ہو۔ لیکن دوسری جانب امریکا اور یورپ میں مقیم مسلمانوں میں بچوں کی شرح پیدائش زیادہ ہے، جس کے ساتھ اسلام کی دعوت بھی جاری ہے، دشمنانِ اسلام کی تمام سازشوں اور پروپیگنڈوں کے باوجود اسلام وہ واحد دین ہے جو یورپ اور امریکا میں تیزی سے پھیل رہا ہے اور بڑی تعداد میں یہودی اور عیسائی دین اسلام قبول کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی آبادی کے یورپ میں بڑھنے کی ایک وجہ غیر مسلموں کا دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے ساتھ ساتھ وہاں مسلمانوں کی بڑی تعداد میں نقل مکانی بھی ہے۔

یہودی مغرب میں اپنی آبادی کی کمی اور مسلمانوں کی تیزی سے بڑھتی آبادی کے حوالے سے سخت تشویش میں مبتلا ہیں۔ اس لیے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ یورپین اور براعظم امریکا کے باشندوں کی نفرت پیدا کرنے کے لیے ہمیشہ ناپاک عزائم کا اظہار کرتے ہوئے مذموم منصوبے بناتے ہیں۔ نہایت ہی مکر و فریب سے مغرب کے متعصب پوپ اور سیکولر رہنماؤں کو اس کام کے لیے ہتھیار کے طور استعمال کیا جاتا ہے۔

دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کا ان کے پاس ایک آسان ذریعہ میڈیا ہے، کیوں کہ بین الاقوامی میڈیا پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ اس لیے دنیا کے کونے کونے میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر یہ خاموش رہتا ہے جبکہ مسلمانوں کے خلاف ایسے زہریلے پروپیگنڈے سے کام لیا جاتا ہے جسے دیکھ کر لوگ اسلام اور مسلمانوں سے نفرت کرنے لگیں۔ اسلام کو دنیا میں پسماندہ مذہب اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ اور متشدد یعنی ایک ایسے مذہب کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جو صرف قتل و قتال کی طرف اپنے ماننے والوں کو بلاتا ہے۔ نہ کسی پر رحم کیا جاتا ہے اور نہ کسی انسان کے حقوق کی حفاظت اور احترام اس مذہب میں موجود ہے۔

دجالی میڈیا اچھی طرح جانتا ہے کہ مسلمان اپنے پیغمبر اور اپنی مقدس کتاب قرآن پاک کے ساتھ اتنی محبت رکھتے ہیں کہ اس کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے بھی پیش کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ اس لیے مکار میڈیا نے منفی اور زہریلے پروپیگنڈے پر بس نہیں کیا بلکہ دنیا کے مسلمانوں کے دل مزید دکھی کرنے کے لیے انہوں نے پیغمبر اسلام کی توہین کا ایک ایسا ناپاک سلسلہ شروع کیا جس کے بظاہر تھمنے کے امکانات نظر نہیں آتے۔ اس مذموم عمل میں سب سے زیادہ تیزی فرانس میں نظر آرہی ہے جہاں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔

فرانس میں گزشتہ ڈیڑھ عشرے سے مسلمانوں پر مختلف طریقوں سے پابندیاں لگائی جا رہی ہیں۔ 14 ستمبر 2010ء سے مسلمان خواتین کے حجاب لینے پر پابندی عائد کر لی گئی ہے۔ خلاف ورزی کرنے والی خواتین کے لیے جرمانوں اور قید کی سزا بھی تجویز کی گئی ہے۔ اس کے بعد اسلام کی توہین کا ایک نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہوا اور اب حال ہی میں فرانس کے صدر کا اسلام کے بارے میں بازیبا الفاظ استعمال کرنا اور اب فرانس کی عمارتوں پر توہین آمیز خاکوں کے پوسٹر لگانا اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

یہ اقدام چارلی ہیبڈو کے توہین آمیز خاکوں کی تائید ہے۔ کہ اس قسم کے مذموم عمل کو ایک ملک کا سربراہ دوبارہ انجام دے رہا ہے جس سے لاکھوں مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ جب اس میگزین نے اس قبیح فعل کا ارتکاب کیا تو تمام مسلمانوں نے میگزین سے اس قسم کے دل آزار مواد کی دوبارہ اشاعت نہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ میگزین کے دفتر کے سامنے مظاہرے کیے، یہاں تک کہ مظاہرین کی جانب سے دفتر کو نقصان بھی پہنچانے کی کوشش کی گئی۔

لیکن جب یہ بدنام زمانہ میگزین اپنے قبیح فعل سے باز نہیں آیا تو 7 جنوری 2015ء کو تین فرانسیسی مسلمان نوجوانوں نے پیرس میں واقع میگزین کے مرکزی دفتر پر حملہ کیا۔ حملے میں میگزین کے مدیر، توہین آمیز خاکے بنانے والوں سمیت 2 پولیس اور 12 فرانسیسی شہری مارے گئے۔ یہ حملہ فرانس کی گزشتہ 40 سال کی تاریخ میں سب سے بڑا اور خونریز حملہ قرار دیا گیا۔

اسے حسن اتفاق ہی کہیے کہ حملے کے دوران میگزین کے دفتر میں عملے کی میٹنگ جاری تھی کہ کس طرح مستقبل قریب میں ایک بار پھر خاکوں کی اشاعت کی جائے۔ میٹنگ کے دوران ہی دو بھائی شریف اور سعید کواچی دفتر کے اندر داخل ہوئے اور اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے گستاخوں پر فائرنگ شروع کی۔ سب سے پہلے سیکورٹی پر مامور دو پولیس اہلکاروں کو ہلاک کیا۔ پھر میٹنگ میں بیٹھے افراد میں سے ہر ایک کا نام لے کر ان پر فائر کھول دی جاتی، یہاں تک کہ میگزین کے مدیر اسٹیفن کاربونیرو، توہین آمیز خاکے بنانے والے جن میں کابو، ٹیکنوس، ولنسکی اور برنارڈ مارس نامی صحافی شامل ہیں، انکو قتل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ان سب کو قتل کرنے کے بعد انہوں نے ایک بار پھر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور دفتر سے باہر نکل آئے، باہر ان کا دوست ان کا انتظار کر رہا تھا۔ ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر صحیح سالم جائے وقوعہ سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ یاد رہے کہ یہ تمام آپریشن صرف پانچ منٹ کے قلیل وقت میں مکمل ہوا۔

فرانسیسی حکومت نے بعد میں اعلان کیا کہ ان کی سیکورٹی فورسز مسلسل سرچ آپریشنز کے بعد حملے کے دو روز بعد مبینہ حملہ آوروں سعید اور شریف تک پہنچنے میں

کامیاب ہوئیں اور دونوں پولیس کے ساتھ مقابلے میں مارے گئے۔

سعید اور شریف دونوں بھائی تھے، ان کے تیسرے ساتھی عرب تھے، تینوں کی پیدائش فرانس میں ہوئی تھی، یہاں پلے بڑھے اور یہیں انہوں نے تعلیم حاصل کی تھی۔ فرانس جیسی پر آسائش اور عیش و عشرت والی زندگی کو ان نوجوانوں نے کیوں قربان کر کے میگزین کے دفتر پر حملہ کیا؟

کیا فرانس اور مغرب نے کبھی یہ سوچا کہ اس قسم کے واقعات کیوں کر پیش آتے ہیں؟ اور اس کی روک تھام کیسے ممکن ہے؟

بات واضح ہے کہ مغرب کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ آزادی اظہار رائے اور ایک قوم کی مذہبی مقدسات کی توہین کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے۔ مغرب اور خاص طور پر فرانس مسلسل اسی آزادی اظہار رائے کے لبادے میں توہین اسلام کا مرتکب ہو رہا ہے۔ میگزین کے دفتر پر حملے کے بعد فرانس اور یورپ کو چاہیے تھا کہ ٹھنڈے دماغ سے اس مسئلے کا حل نکالنے کی کوشش کرتے اور اس قسم کے واقعات کا سبب بننے والے واقعات کا تدارک کرتے۔ چارلی ہیبڈو کوئی علمی، سائنسی، سیاسی، مذہبی یا کوئی ادبی میگزین نہیں ہے، اس لیے اس کے قارئین کی تعداد بھی کم ہے۔ یورپ میں ایک خاص طبقہ اس کے قارئین میں شامل ہے اور اس کی سرکولیشن 60 ہزار ہے۔ سماج کے بدقماشوں کا ایک ٹولہ یہ میگزین شائع کرتا ہے۔ یہ میگزین لوگوں کا مذاق اڑانے اور لوگوں کی عزتیں اچھالنے کے علاوہ اس میں کوئی خاطر خواہ مواد نہیں دیتا۔ 1970ء میں اپنے آغاز سے اب تک کئی مرتبہ تاریخی شخصیات کی توہین کا مرتکب ہوا ہے جس کے باعث اس کی اشاعت پر متعدد مرتبہ پابندی لگائی جا چکی۔

حضور ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں جس کی نبوت اور رسالت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ مسلمانوں کی اپنے نبی کے ساتھ محبت کی انتہا ہے۔ حتیٰ کہ اپنی جان مال اور اولاد کو حضور کی خاطر قربان کرنے کو سعادت سمجھتے ہیں۔ فرانس مسلمانوں کے محبت بھرے جذبات سے بخوبی واقف ہے، اس لیے اسے مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کی جسارت نہیں کرنی چاہیے تھی، کیوں کہ انہیں پتہ ہے کہ حضور کی شان میں معمولی گستاخی بھی ایک ادنیٰ مسلمان برداشت نہیں کر سکتا۔ اسی لیے فرانس کو اس میگزین کی اشاعت پر پابندی لگا دینی چاہیے تھی۔

ان حملوں کے بعد ضرورت اس بات کی تھی کہ پورا مغرب اپنے مادی وسائل پر گھمنڈ کے باعث اپنے سے کمزور ملکوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے کی روش ترک کر دیتا۔ انسانی مساوات کے نام نہاد نعروں پر عمل کا یہی وقت ہے۔ انہیں یہ قانون پاس کرنا چاہیے تھا کہ تمام مذاہب کی مقتدا شخصیات کی توہین قانونی جرم ہے۔

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ مغرب نے اس قسم کے واقعات کی روک تھام تو نہ کی بلکہ جلتی پر مزید تیل چھڑک کر آگ تازہ کر دی۔ مسلمانوں کے خلاف اپنے اتحاد کو ظاہر کرنے، میگزین کے شیطانی عمل کی تائید اور اس کے ساتھ یکجہتی اور حملے کی مذمت کے لیے پورا یورپ حرکت میں آیا اور پیرس میں کئی ممالک کے سربراہان نے ایک بڑا مظاہرہ کیا۔ امریکا کے صدر بارک اوباما سے لے جرمنی کی وزیر اعظم انجیلا مرکل اور برطانیہ کے وزیر اعظم ڈیوڈ کیمرون اور یورپی اتحاد کے سربراہ سب نے یک زبان ہو کر حملے کی مذمت کی، سب نے ایسے خیالات کا اظہار کیا جس سے مسلمانوں کے لیے نفرت کی بو آتی تھی۔

یہ پورے مغرب کا مسلمانوں کے خلاف ایک اتحاد تھا۔ سب نے کہا کہ یہ حملہ فرانس پر نہیں ہم سب پر کیا گیا ہے، ہم سب فرانس کے ساتھ کھڑے ہیں اور دہشتگردی کے خلاف جنگ جاری رکھیں گے۔ انہوں نے پورے مغرب میں اسلام کے خلاف تمام شیطانی افعال کی تائید کی اور اس حملے کو آزادی اظہار رائے پر حملہ قرار دیا۔ یعنی مغرب اب بھی اپنے مذموم عمل کو آزادی اظہار رائے قرار دیتا ہے۔ حالانکہ اسی مغرب میں ایک عام شخص کی توہین اور اسے ایذاء رسانی جرم سمجھا جاتا ہے۔

یہ کتنی عجیب بات ہے کہ اسی فرانس میں اگر کوئی شخص کسی کو گھور کر دیکھے اور وہ شخص اس کے خلاف پولیس کو شکایت کرے کہ اس کے اس طرح گھور کر دیکھنے سے مجھے ذہنی تکلیف پہنچی تو اس دیکھنے والے کو مجرم تصور کیا جاتا ہے۔ اور قانون اسے سزا دیتا ہے۔ لیکن دوسری جانب اگر اس قسم کے توہین آمیز عمل سے اربوں مسلمانوں کو تکلیف پہنچے تو یہ عمل جرم نہیں سمجھا جاتا۔ بس یہی ان کی انسانیت دوستی اور یہی ان کی مساوات کا درس ہے؟

صرف مسلمان، قرآن، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی شعائر ہیں جس کے خلاف ہر قسم کے اقدام کی کھلی اجازت ہے۔ یہاں انسانی حقوق، مساوات اور مذاہب کے احترام کی باتیں ہوا میں اڑ جاتی ہیں۔ یہی مغرب کی وہ منافقت ہے جو اب مکمل طور پر عیاں ہو چکی ہے۔

دوسری جانب ان کا رویہ ملاحظہ فرمائیں کہ جب ترکی کے صدر رجب طیب اردوان نے فرانس کے صدر کو ذہنی مریض قرار دے کر ہسپتال سے علاج کا مشورہ دیا تو فرانس نے فوری طور پر ردِ عمل دکھاتے ہوئے انقرہ سے اپنا سفیر احتجاجاً واپس بلا لیا، کیوں کہ ترکی کے سفیر نے ان کے صدر کی توہین کی ہے۔

کیا یہ کھلا تضاد نہیں کہ وہ اپنے صدر کے خلاف دوسروں کی رائے کو آزادی اظہار رائے نہیں سمجھتے، بلکہ ان کی برداشت سے باہر ہو جاتا ہے۔ لیکن دوسری جانب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے پوری دنیا میں اپنی جان مال اور اولاد سے بھی محبوب ہستی کی توہین مسلمان کیوں کر برداشت کر سکتے ہیں۔ اس سے پوری دنیا کے مسلمانوں کے دل دکھی ہیں اس لیے اسے ہم آزادی اظہار رائے قرار نہیں دے سکتے۔

دنیا میں خود کو مظلوم و محروم ظاہر کرنے دوسرے اقوام کی توجہ حاصل کرنے

اور فلسطین کی زمین غصب کرنے اور یہودی ریاست کے قیام کے لیے یہودی جھوٹے "ہولوکاسٹ" کا سہارا لیتے ہیں۔ جس میں کہا گیا ہے کہ جرمنی کے نازیوں نے 6 ملین سے زیادہ یہودیوں کو ہلاک کیا ہے۔ اب اس جھوٹے واویلا سے انکار یا اس پر سوال اٹھانا یہودیوں کے ہاں جرم ہے۔ ہولوکاسٹ پورے یورپ میں شجر ممنوعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے بارے میں سوال کرنا اور حقیقت تک پہنچنے کی جستجو کرنا جرم ہے، جس میں 6 ماہ سے 7 سال تک قید بامشقت کی سزا دی جاتی ہے۔ یہ اس لیے جرم سمجھا جاتا ہے کہ اس سے یہودیوں کو ذہنی طور پر تکلیف ہوتی ہے۔ یا اس کے ذکر سے یہودی ناراض ہوتے ہیں۔

لیکن اسلام کے عظیم پیغمبر کی توہین سے اربوں مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوں یہ کوئی جرم نہیں یہ کہاں کا انصاف ہے؟

کیٹ مڈلٹن جو عام برطانوی لڑکی تھی شہزادہ ولیم سے شادی کرنے کے بعد وہ شہزادی شاہی خاندان کا حصہ بن گئی اور برطانیہ کی ایک باوقار خاتون بن گئی۔ ایک مرتبہ فرانس کے ایک ہوٹل میں ایک فرانسیسی فوٹو گرافر نے اس کی نیم برہنہ حالت میں تصاویر بنائی تھی اور بعد میں اسے ایک ہفت روزہ فرانسیسی میگزین میں شائع کروایا۔ شہزادی کی اس طرح کی تصاویر پر برطانوی میڈیا نے آسمان سر پر اٹھالیا۔ اور اسے صرف ایک فرانسیسی صحافی اور میگزین کی نہیں بلکہ اسے پوری فرانسیسی قوم اور حکومت کا جرم قرار دیا۔ میل آن لائن کے مشہور برطانوی اخبار کی ایک رپورٹ کے مطابق: برطانیہ کو یہ بات ترک کر دینی چاہیے کہ ان تصاویر کی قانونی طریقے سے اشاعت روکی جائے بلکہ ہمیں فرانس کے خلاف اعلان جنگ کرنا چاہیے۔ برطانوی حکومت نے فرانس سے مطالبہ کیا کہ ان تصاویر کی اشاعت فوری پابندی لگادی جائے کیوں کہ اس سے کیٹ مڈلٹن کو ذہنی طور پر تکلیف پہنچتی ہے اور شاید اس سے ان کی دماغی حالت خراب ہو جائے۔

برطانوی حکومت کے مطالبے پر فرانس نے فوری طور پر ایکشن لیتے ہوئے نہ صرف ان تصاویر کی اشاعت پر پابندی لگادی بلکہ اس ہفت روزہ میگزین کی خرید وفروخت پر بھی پابندی لگادی جس میں تصاویر شائع ہوئی تھیں۔

برطانوی شاہی خاندان کے مرد وخواتین کی بداخلاقیاں اور مختلف اسکینڈلز آئے روز میڈیا کی زینت بنتے رہتے ہیں اور یہ ان کے عریاں ثقافت میں عام بات ہے۔ محض ایک تصویر کی اشاعت ان کے لیے باعث تشویش بات نہیں لیکن چونکہ اس سے شہزادی کو ذہنی تکلیف پہنچی تھی اس لیے اس فرانس جیسا آزادی اظہار رائے کا نعرہ لگانے والا ملک فوراً حرکت میں آگیا، کیوں کہ مطالبہ برطانیہ جیسے فوجی قوت کی جانب سے ہوا تھا۔ دوسری جانب 57 اسلامی ممالک میں صرف عوامی مظاہرے ہوئے، زندہ باد مردہ باد کے نعرے بھرپور طریقے سے لگے لیکن اسلامی ممالک کے مغربی ممالک سے سفارتی تعلقات ختم ہوئے ہیں نہ تجارتی معاہدے معطل ہوئے ہیں، اور نہ ہی مغرب سے سختی سے نمٹا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب دباؤ کا احساس نہیں کرتا۔ اسی لیے توہین کا یہ سلسلہ آئے روز بڑھتا جارہا ہے۔

مغرب میں برطانوی شہزادی کی ذہنی پریشانی کا ادراک فرانس کو بہت جلد ہوا لیکن دو ارب سے زیادہ مسلمانوں کے جذبات مجروح، ان کے غم وغصے اور پریشانی کی مغرب کو کوئی پروا نہیں۔ یہ بات یقینی ہے کہ مسلمانوں کی محبت کا محور قرآن، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام ہے۔ مسلمانوں کے اس محبت اور عقیدت کے مراکز کی توہین دراصل مسلمانوں کو گھٹیا نظر سے دیکھنا ہے۔ جتنے مسلمان کمزور ہیں اس سے زیادہ کمزور اسے کفار سمجھتے ہیں۔

اگر ایک جانب مغرب کی اتنی بڑی انسان دشمنی اور دوسری طرف انسان دوستی کے منافقانہ نعرے حیران کن ہیں تو دوسری جانب مجموعی طور پر اسلامی دنیا کا اتنا کمزور ہونا کہ اپنے مقدسات کا دفاع بھی ان کے بس میں نہیں زیادہ دردناک ہے۔ ایک وقت مسلمانوں کا وہ تھا جس میں ان کے رہنماؤں کا نام سن کر کفر کے ایوانوں میں لرزہ طاری ہوتا تھا۔ لیکن آج ہماری حالت یہ ہے کہ اسلامی دنیا پر حاکم حکمران کفار کے مقابلے میں مسلمانوں کی حقیقی قوت کے طور پر ابھرنے کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

قرآن کریم، پیغمبر اسلام اور اسلامی شعائر کی توہین کے واقعات پر اسلامی دنیا کے حکمرانوں کی خاموشی دردناک ہے۔ آٹے میں نمک کے برابر کچھ حکمرانوں نے بہت کمزور ردِ عمل دکھایا جو کافی نہیں ہے۔ اگر اسلامی دنیا کے حکمرانوں نے اتفاقی طور پر پوری قوت سے اس توہین کے خلاف اقوام متحدہ میں آواز اٹھائی ہوتی اور پورے اہتمام سے یہ سلسلہ جاری رکھتے تو بہت پہلے اس کے لیے قانون سازی ہو چکی ہوتی اور پھر ہمیشہ کے لیے اس کی روک تھام ہو چکی ہوتی۔

اب وقت آگیا ہے کہ اسلامی کانفرنس ہنگامی اجلاس طلب کرے اور اس میں پوری اسلامی دنیا کے ممالک کے سربراہان شرکت کریں۔ پوری قوت سے اقوام متحدہ سے تمام مذاہب اور ان کی مقدس ہستیوں کی توہین کی روک تھام کے لیے قانون سازی کے لیے راہ ہموار کریں اور خاص طور پر فرانس کے گستاخ میگزین چارلی ہیبڈو کی بندش کا مطالبہ کریں۔ فرانس اگر اس مطالبے کی مخالفت کرتا ہے تو پوری دنیا کے اسلامی ممالک اس کا سفارتی اور تجارتی طور پر بائیکاٹ کریں تاکہ عملی طور پر کفار مغرب کو یہ احساس ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس مسلمانوں کے لیے سب سے بڑی متاع اور اتنی محبوب ہے کہ وہ اس کے لیے سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہیں اور اس کے مقابلے کے لیے کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے۔ پھر فرانس سمیت کسی مغربی ملک کو یہ جرات نہیں ہوگی کہ دوبارہ توہین کا سوچ سکے۔

امارت اسلامیہ کی جد وجہد، دیگر اسلام پسندوں کے لیے مشعلِ راہ

عبد الستار سعید

امارتِ اسلامیہ افغانستان نے ایک ایسے وقت میں اسلامی نظام کی حاکمیت کے لیے علمِ مبارزہ بلند کیا جس وقت اسلامی دنیا میں بیسویں صدی کی زیادہ تر اسلامی تحریکیں عروج کے نشیب وفراز سے گذرنے کے بعد زوال کی راہ پر گامزن ہو چکی تھیں۔

مصر اور اکثر عربی ممالک میں اخوان المسلمین کی تحریک اقتدار حاصل کرنے میں پسپا ہو چکی تھی اور محض اپنا وجود برقرار رکھنے کے لیے ہاتھ پاوں مار رہی تھیں۔ اسی بنیاد پر اپنی سیاسی سرگرمیاں سماجی اور رفاہی خدمات تک محدود کر دی تھیں۔ برصغیر میں مودودی کی فکری تحریک بھی کوئی نقد نتیجہ برآمد کرنے کی پوزیشن میں نہ تھی۔ الجزائر میں اسلام پسندوں نے بنا بنایا کھیل اور جیتا ہوا میدان سیکولرزم کے حوالے کر دیا تھا۔ افغانستان میں سیکولر کمیونسٹ اگرچہ شکست کھا گئی تھی مگر افسوس کہ اخوانی فکر کے دو حاملین احمد شاہ مسعود اور گلبدین حکمتیار اقتدار کی رسہ کشی میں مبتلا ہو گئے۔ جس کے نتیجے میں مبارزہ کا یہ میدان فتح اور نظام سازی کے حماسوں کی بجائے افراتفری، انارکی اور خانہ جنگی کا مرکز بن گیا۔

بیسویں صدی کے آخری عشرہ میں اسلام پسندوں کی تحریکوں کی پے درپے ناکامیاں اس کا باعث بنیں کہ فرانسیسی مستشرق "اولیورای" نے "اسلام کی سیاسی شکست" کے عنوان سے کتاب لکھ ڈالی۔ اولیورای نے وضاحت سے لکھا کہ بیسویں صدی کی اسلام پسند تحریکوں میں سے صرف ایران کے اندر خمینی کی مزاحمت رنگ لائی۔ اس کے علاوہ سب کے سب کوششیں شکست سے دوچار ہوئیں۔

سیاسی اسلام پسندوں کی تحریکوں کی ناکامیوں کے پیچھے کچھ اندرونی اور کچھ بیرونی عوامل بھی کار فرما تھے۔ بیرونی عوامل میں سے دوسری جنگ عظیم کے بعد کا عالمی امن تھا جس میں سلامتی کونسل کے پانچ مستقل ممبروں نے فیصلہ کن کردار ادا کیا تھا۔ ایسے وقت میں جب مسلمان ایک فیصلہ کن عنصر کی حیثیت سے عالمی سیاست سے بے دخل کیے جا چکے تھے، اسلام دشمن طاقتیں اس بات پر متفق تھیں کہ سیاسی اسلام کو دنیا میں کہیں بھی غلبہ حاصل نہیں ہونے دینا۔

اندرونی عوامل میں سے ان بعض اسلام پسندوں کا اپنے منشور سے انحراف اور اپنے اصولوں سے جفا بھی شامل تھی، جن اصولوں کی بنیاد پر انہیں اسلامی معاشرہ میں اعتبار اور نمایاں مقام ملا تھا۔ بہت ساری تحریکوں کی دوسری اور تیسری نسل نے ان اہداف کو پس پشت ڈالا جن کے لیے تحریک کو وجود ملا تھا۔

جس وقت طالبان کی اسلامی تحریک شروع ہوئی، اگرچہ شروع میں بعض معاصر اسلامی تحریکوں نے اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور ان کی تحریک کو غیر منظم اور موسمی قرار دیا۔ مگر وقت نے ثابت کر دیا کہ دین کے کاموں میں قابلیت سے زیادہ قبولیت کام آتی ہے۔

اسلام پسند مقاومت کرنے والوں میں ظاہری ساخت وساز اتنی زیادہ مؤثر نہیں ہوتی جتنی تاثیر اسلامی اور اسلامی اہداف کے ساتھ وفاداری اور اخلاص سے پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالی کی نصرت اور مسلمانوں کی تائید کا باعث بنتی ہے۔

امارتِ اسلامیہ نے قرنوں کے بعد ایک دفعہ پھر اسلام کی حاکمیت کا سرنگوں جھنڈا بلند کیا۔ بغیر کسی طویل تمہید کے دنیا کو اسلام کے سیاسی اقتدار کا نقد نمونہ پیش کر کے دیا۔

امیر المؤمنین، شریعت، اسلامی عدالت، حدود، قصاص، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اسلامی اقتدار کے دیگر بھلائے گئے مفاہیم کو جلا بخشی اور عملی شکل عطا کی۔ اور اس تصور کا قلع قمع کر دیا جو موجودہ زمانہ میں اسلامی نظام کو تطبیق کی شکل میں ناممکن قرار دیتا تھا۔

یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ اسلامی تحریکوں کو ہمیشہ امتحانات اور کڑے ادوار کا سامنا رہا ہے، اسی تناظر میں امارتِ اسلامیہ کو بھی عالمی صلیبی استعمار سے سابقہ پڑا۔ تمام کفری دنیا نے ایک وسیع تر اتحاد کی شکل میں افغانستان پر حملہ کر دیا۔ تمام تر جنگی ساز وسامان، توانائی، پروپیگنڈہ اور انٹیلی جنس نیٹ ورک کو برسرِ پیکار کر دیا گیا۔ اور سازشوں کی ایک جال بچھائی گئی، تاکہ اسلامی حاکمیت کے اس چراغ کو گل کر دیں جو کئی زمانوں کے بعد مسلم امہ کو بیداری کا احساس دلاتا تھا۔ اسلام کے دشمنوں نے

ایڑی چوٹی کا زور لگایا-زور، زر، جھوٹ و فریب یہاں تک کہ منت وزاری کا ہتھیار استعمال کیا-مگر امارتِ اسلامیہ نے دشمن کے اس وسیع یلغار کے آگے بہت ہی بلند ہمتی، حوصلہ، متانت اور طویل صبر آزما مقاومت اور مقابلہ کی راہ اپنائی-

امارتِ اسلامیہ نے اپنی قوم وملت کو اپنے ساتھ رکھا-اس کے ساتھ زمانے اور موقع محل کی مناسبت سے دین اور فقہ کی روشنی میں مقدس جہاد اور ہمہ جہت مقاومت کی ایسی راہ کا انتخاب کیا کہ بالاخر ہمیں آسمان تلے یہ نظارہ دیکھنے کو ملا کہ عسکری میدان میں بھی نیٹو جیسی مضبوط استعماری طاقت شکست کے کنارے کھڑی ملی-سیاسی میدان میں بھی ایک الہامی جہادی تحریک نے سیاسی تحریک کے طور پر عالم اسلام اور اسلامی تحریکوں کو آئیڈیل اور مثالی موقف دیا ہے-

ابھی چند دن قبل جب قطر کے دارالحکومت دوحا میں امارتِ اسلامیہ کے نمائندے اپنے قابل فخر موقف کے ساتھ عالمی اسٹیج پر امریکا ایسی سپر طاقت کے ساتھ ایک برابر فریق کی حیثیت سے سامنے آئے ،اور مائیک پمپیو کے ساتھ ملا برادر کی تصویر وائرل ہوئی -تو آپ نے سوشل میڈیا پر دیکھا ہوگا کہ اسلامی دنیا کی مختلف شخصیات اور جماعتوں کے تاثرات کیا تھے؟ نظر آتا تھا کہ مشرق ومغرب کے مسلمان امارتِ اسلامیہ کو کس عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں؟اور اس کی مزاحمت کو کتنی اعلی حیثیت سے نوازتے ہیں؟

اسلامی دنیا کے مشرق اور مغرب کے سرکردہ اسلام پسند فعال رہنماؤں کا امارتِ اسلامیہ کے بارے میں ایک بات پر اتفاق تھا کہ یہ صف موجودہ عصر کی واحد صف ہے جو اپنی مخلصانہ، مدبرانہ اور ہوشمندانہ جدوجہد سے بالآخر اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب رہی-

انہیں یقین یہ ہے کہ اسلامی نظام کی حاکمیت کے لیے مختلف کوششیں ہوئی ہیں اور اب بھی جاری ہیں مگر ان تمام کوششوں میں امارتِ اسلامیہ کی جدوجہد سب سے زیادہ قابل فخر اور کامیاب رہی ہے جس نے استعمار کو میدانِ کارزار میں شکست دینے کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کی برکت سے مسلمانوں کو کامرانی اور بہادری کا احساس دلایا-

اسی طرح سیاسی میدان میں بھی اپنے آپ کو ایک ناقابل انکار حقیقت کے طور پر تسلیم کروایا-امارتِ اسلامیہ نے حالات کے ساتھ بدلنے کی بجائے مقامی اور عالمی ممالک کو مجبور کیا کہ وہ امارتِ اسلامیہ کے بارے میں اپنی رائے میں تبدیلی لائیں-اپنی پالیسی پر نظر ثانی کریں-اور اپنا وہ موقف چھوڑدیں جو انہوں نے امارتِ اسلامیہ کے بارے میں پہلے اپنایا تھا-

اب یہ کہ امارتِ اسلامیہ نے ایک جہادی صف کی حیثیت سے کامیابی کیسے سمیٹی؟اصل سبب تو اللہ تعالی کی مدد اور نصرت ہے جس نے امارتِ اسلامیہ کو معجزانہ طور پر عالمی سطح کی ایک سپر طاقت کے بالمقابل استقامت، مقابلہ اور بالاخر کامیابی حاصل کرنے کی توفیق بخشی۔ اگر ظاہری اسباب کا جائزہ لیا جائے تو نمایاں وجوہات یہ ہیں کہ اول تو امارتِ اسلامیہ کا بیانیہ اور عمل کسی شخصی فکر یا ذاتی اجتہاد کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ دینی علم، حنفی فقہ اور امت کی ڈیڑھ ہزار سالہ علمی ذخیرہ ان کا ماخذ تھا-یہاں مسائل کو کسی مکتب فکر اور معاصر اجتہاد کی عینک سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ دینی علم کے متین اور موثق ذرائع کو سرچشمہ بنایا گیا ہے اور انہی بنیادوں پر حل کیے جاتے ہیں-

دوسری بات یہ ہے کہ امارت اسلامیہ نے اپنی قوم اور ملی اقدار کو بھی انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے-امارتِ اسلامیہ نے اپنی قوم اور ملت پر کوئی بیرونی ایجنڈا اور باہر سے درآمد شدہ فکر مسلط نہیں کی ہے۔ قوم ہی کی زبان ونسل کے لوگ یہاں حاکم رہے۔ جنہیں قوم کا اعتماد حاصل رہا۔ قوم ان کے جہادی صف کی پشت پناہی میں ایک مددگار اور ریزرو قوت کی حیثیت سے ساتھ رہی ہے-

اگر آپ نے توجہ کی ہو آخری عشروں میں جہادی تحریکیں اکثر بے جا تصادم سے کمزور اور بالاخر فنا ہو گئیں-امارتِ اسلامیہ نے مقابلہ کی تاریخ میں ہمیشہ اپنے منشور اور بنیادی مقصد سے وفاداری کی ہے اور اسی پر ثابت قدم رہی ہے-مسائل کو درجہ بندی کے حساب سے اولویت دی ہے-امارتِ اسلامیہ نے جوش اور ہوش کے درمیان ہمیشہ بیلنس برقرار رکھی ہے-مصلحت جو اسلام میں ایک عظیم باب ہے ہمیشہ اس سے اپنی جگہ استفادہ کیا ہے-مگر مصلحت اندیشی کی دلدل میں اس حد تک جانے سے ہمیشہ گریزاں رہی ہے جو انہیں اپنی بات سے منحرف کرے-

امارتِ اسلامیہ نے انتہائی کانٹے دار اور پر خطر راستوں میں کامیاب سفر جاری رکھا ہوا ہے،اس قابل ہے کہ انتہائی دقت سے اس کا مطالعہ کیا جائے-عالم اسلامی کی سطح پر اسلامی تحریکیں اور بالخصوص تحقیقی اور مطالعاتی مراکز کو اس بارے میں بھرپور تحقیق کرنی چاہیے تاکہ اس اسلامی صف کی کامیابی کے رازوں سے پردہ اٹھائے اور مسلمانوں کو ان سے روشناس کرائے-

بے شک امارتِ اسلامیہ کی مزاحمت اور بے پناہ جدوجہد اس لائق ہے کہ اسے اسلام پسند مبارزین کے لیے مشعل راہ اور بہترین نمونہ بنایا جائے-آنے والی نسلیں اسی کے نقش قدم پر اپنی مزاحمتی جدوجہد کی بنیاد رکھیں اور کامیابی حاصل کریں۔

امارت اسلامیہ افغانستان کے جہادی رہنما اور رہبری شوریٰ کے رکن

محترم ملا تاج میر جواد صاحب سے تفصیلی گفتگو

امارت اسلامیہ افغانستان کی صفوں میں محترم ملاتاج میر جواد حفظہ اللہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔آپ امارت اسلامیہ کی مرکزی رہبری شوری کے رکن اور عظیم جہادی شخصیت ہیں۔جارحیت پسندوں کے خلاف بڑے معرکوں میں شریک رہے ہیں۔ان کے غلاموں کے خلاف بھی بڑی کارروائیاں کیں۔اس کے ساتھ ساتھ دعوتی وادبی میدان میں بھی ان کی بڑی خدمات ہیں۔امارت اسلامیہ کے دور حکومت میں انہوں نے کئی ذمہ داریاں نبھائی ہیں اور امارت اسلامیہ کی خدمت میں زندگی گذاری ہے۔کچھ دن قبل شریعت میگزین نے حالیہ جہادی وسیاسی حالات اور امارت اسلامیہ کی ماضی وحال کی خدمات اور مستقبل کی پالیسی کے حوالے ان سے تفصیلی گفتگو کی جو قارئین کے نذر کی جارہی ہے۔

<x><x><x>

سوال: مولوی صاحب سب سے پہلے قطر میں جاری بین الافغان مذاکرات کے بارے میں قارئین کو آگاہ کریں؟تازہ صورتحال کیا ہے؟

جواب: سب سے پہلے شریعت مجلے کے قارئین ،آپ کی پوری ٹیم سمیت افغانستان کے مجاہد عوام اور محاذ پر موجود مجاہدین کو سلام اور نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔ان تمام خاندانوں سے ساتھ تعزیت کرتا ہوں جن کے پیارے حال ہی میں امریکا اور ان کے کٹھ پتلیوں کے حملوں میں شہید یا زخمی ہوئے ہیں۔ان والدین سے دلی تعزیت کرتا ہوں جنہوں نے اپنے جگر کے ٹکڑے دین مبین کی بقا کی خاطر آگ کے شعلوں میں جھونکا ہے۔اللہ تعالی ان کی شہادتیں قبول فرمائے۔

ماہنامہ شریعت سمیت امارت اسلامیہ کے تمام مجلات مبارک باد کے مستحق ہیں جنہوں نے افغان جہاد کے اس حساس مرحلے میں قلمی اور ابلاغی میدان میں بھی کفار کو ناکوں چنے چبوائے ہیں۔

اب آتا ہوں آپ کے سوال کی جانب،اب تک دونوں فریق مذاکرات کے لیے ایک متفقہ ایجنڈے کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں،بہت سے نکات پر اتفاق رائے ہو چکا ہے جبکہ کئی نکات پر اب بھی اختلاف برقرار ہے،امید ہے کہ تمام نکات پر ایک متفقہ ایجنڈا سامنے آئے گا اس کے بعد ہم مذاکرات کے اصل مرحلے میں داخل ہوں گے۔

سوال: کیا مذاکرات کے ذریعے ملک میں امن وامان کا قیام امارت اسلامیہ کی اپنی خواہش ہے یا کوئی غیر ملکی دباؤ؟

جواب: امارت اسلامیہ کا قیام ہی ملک سے شر وفساد اور انارکی کے خاتمے کے لیے تھا،جب انہوں نے اپنی تحریک شروع کی تو شر وفساد کے خلاف جہاد کیا جس نے افغانوں کی زندگیاں اجیرن بنادی تھیں۔اب بھی ہمارے جہاد کا مقصد ملک سے ان عوامل کا خاتمہ ہے جس نے عام شہری کی زندگی اجیرن بنادی ہے اور ان کی آزادی اور خود مختاری چھین لی ہے۔امن وسلامتی کے لیے عوام ترس رہے ہیں۔اسی لیے ہماری مسلح جہادی جدوجہد ہو یا سیاسی ،دونوں اس ملک کے شہریوں کے امن وسکون اور اسلامی نظام کے احیاء کے لیے ہیں۔

امارت اسلامیہ افغانستان اپنے فیصلوں میں مکمل طور پر خود مختار ہے،ہم کسی کے دباؤ میں آکر فیصلہ نہیں کرتے اگر یہ ممکن ہوتا تو امریکا کے ساتھ جنگ کی نوبت نہ آتی۔ہم ان کے دباؤ میں آکر ان کے اشاروں پر چل رہے ہوتے۔

سوال: کابل انتظامیہ کی مذاکراتی ٹیم جمہوریت، آزادی اظہار رائے اور خواتین کے حقوق جیسے نعروں کو "ریڈلائن" قرار دے چکی ہے آپ کے خیال میں امارت اسلامیہ مذاکرات کے دوران ان امور پر کہاں تک بحث کرے گی؟

جواب: دراصل افغانستان میں جاری جنگ میں ایک اہم اور مشترک نکتہ جو ایک صدی سے چلا آرہا ہے وہ غیروں کے افکار اور نظریات اور نظام کو زبردستی افغان قوم پر مسلط کرنا ہے۔ہماری رائے یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو غیروں کے کلچر،طرز معاشرت،فکر اور نظام جیسے کمیونزم،سیکولرزم وغیرہ پر ان کا اتنا زیادہ اصرار درست نہیں ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان میں صرف اسلامی نظام حکومت کی خواہاں ہے۔ کیوں کہ اسلام ہی واحد نظام حیات ہے جس میں بنی نوع انسان کے تمام مسائل کا حل پوشیدہ ہے۔ اسلام ہی ہے جو ایک فرد اور معاشرے کو ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی سے روک کر ایک فلاحی معاشرے کی تشکیل کرتا ہے۔

اسی طرح اسلامی نظام میں ملک کے ہر فرد کو اصول اور شرائط کے ساتھ اظہار رائے کی مکمل آزادی کا حق حاصل ہے۔ یہ اصول اور شرائط صرف اس وجہ سے ہیں تاکہ اس آزادی کو صرف حق کے اظہار اور اپنے حقوق کی آواز کے لیے استعمال کیا جائے نہ کہ دوسروں کے استحصال یا کسی مسلمان کے عقائد یا کسی شخصیت کی بے حرمتی کے لیے۔ اسی طرح جو حقوق اسلام نے خواتین کو دیے ہیں اگر انہی کی روشنی میں اس مذاکراتی ٹیم کے حقوق کا مطالعہ کیا جائے تو یہ لوگ خواتین کے حقوق کا مطالبہ نہیں بلکہ خواتین کے حقوق غصب کر رہے ہیں۔ کیوں کہ یہ لوگ خواتین کو معاشرے میں حاصل اس کے مقام اور کردار سے دور لے جا رہے ہیں۔

سوال: اشرف غنی اور اس کی ٹیم اپنے نظام حکومت کو خطے کے ممالک کی نسبت زیادہ اسلامی قرار دیتی ہے۔ آپ کیوں ان کے جمہوری اسلامی نظام کو اسلامی نظام تسلیم نہیں کرتے؟

جواب: اسلامی نظام اس نظام کو کہا جاتا ہے جس میں حاکمیت اعلیٰ اللہ جل جلالہ کی ذات کو قرار دیا جائے اور قانون سازی میں ماخذ اور مصدر صرف اسلامی شریعت ہو اور بس۔ اسلام مخالف کوئی قانون پاس اور لاگو نہیں ہوگا۔ اب جو بھی ملک یا حکومت اپنے قوانین میں ان دو باتوں کو پورا کرے وہی اسلامی نظام کہلائے گا۔ کابل انتظامیہ کے آئین میں حاکمیت اعلیٰ، اللہ جل جلالہ کی ذات نہیں بلکہ یہ حق عوام کو دیا گیا ہے، اس آئین کی پہلی شق کے چوتھے مادے میں یہ وضاحت موجود ہے۔ اسی طرح قانون سازی میں اسلام کے ساتھ وضعی قوانین بھی شامل کیے گئے ہیں۔ قانون سازی میں اسلام کو واحد ماخذ کے طور پر نہیں لیا گیا۔ ساتویں مادے میں کہا گیا ہے کہ بین الاقوامی قوانین اور اعلامیوں کا بغیر کسی شرط کے ماننے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ان اعلامیوں میں واضح طور پر اسلام مخالف مواد موجود ہے۔ جس کی واحد مثال ارتداد کو جائز قرار دینا ہے۔

اسی طرح اسلام نے جو صفات ایک زعیم کے لیے مقرر کی ہیں وہ کابل انتظامیہ کے سربراہ میں بالکل نہیں۔ ان کے آئین میں کہیں بھی "اسلامی شریعت" کا لفظ نہیں ملے گا۔ بلکہ ہر جگہ اسلام ذکر کیا گیا ہے۔ کیوں کہ ان کے نزدیک اسلام کا ایک الگ مفہوم ہے۔ یہ لوگ اسلام کو صرف اخلاقیات، روح عقل اور ضمیر تک محدود سمجھتے ہیں۔ ان کے آئین میں موجود مادے 1، 2، 3، 35، 45، 54 اور 63 میں صرف اسلام کے بارے میں کچھ مواد ہے۔ اس کے عبارات پیچیدہ ہیں۔ ان میں کوئی بھی ان میں مادوں میں کسی میں بھی وہ اصول بیان نہیں ہوئے جو شریعت کے عین مطابق ہوں۔

کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ غیر ملکی جارحیت کی ہی پیداوار ہے۔ یہ ان اعمال کا مرتکب ہوا ہے جس کی رو سے اسلامی شریعت میں ان کے ساتھ جہاد جائز اور ان کا قتل واجب ہے۔ کیوں کہ ان لوگوں نے افغانستان کی جہادی سرزمین پر فحاشی، فتنہ اور فساد کے لیے راہ ہموار کی ہے، مسلمانوں کا خون مباح سمجھتے ہیں۔ افغانستان کے طول و عرض میں اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف کفار کے ساتھ کھڑے نظر آتے ہیں۔ کفار کی سیکورٹی کو اپنے سیکورٹی اور دفاعی فورسز کی ذمہ داری قرار دیتے ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں۔ اس لیے اس قسم کے نظام کو ہرگز اسلامی نہیں کہا جاسکتا اور نہ اس قانون کو اسلامی قانون کہا جاسکتا ہے۔ کابل انتظامیہ اپنی حکومت کے اسلامی ہونے کو جو دعویٰ کرتی ہے وہ محض عوام کو ورغلانے کے لیے ہے۔

سوال: کابل کے ایوانوں میں اب "بازگشت بہ سابق قبول نیست" (ماضی کی جانب مڑنا قبول نہیں) کا بیانیہ سامنے آرہا ہے۔ جس سے ان کا مطلب ماضی کی امارت اسلامیہ ہے جسے یہ قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ امارت اسلامیہ کا اس بارے میں موقف کیا ہے؟

جواب: اگر بازگشت بہ سابق کو اس معنی میں لیا جائے کہ عصر حاضر کے سائنسی علوم سے استفادہ نہ کیا جائے تو اس کے ہم بھی مخالف ہیں۔ لیکن اگر یہ لوگ اس جملے کا یہ مطلب لے رہے ہیں کہ ہم اللہ کے احکامات کو ترک کریں جو اللہ جل جلالہ نے آج سے 14 سو سال قبل بنی نوع انسان کی فلاح وبہبود کے لیے نازل فرمائے ہیں۔ تو اس قسم کے بازگشت بہ سابق کے حامی اور طرفدار ہیں اور یہ ہمارے ایمان اور عقیدے کا حصہ ہے۔

ہم اللہ کے احکامات کو جمہوریت جیسی انسانی عقل کی اختراعی نظام پر ترجیح نہیں دے سکتے۔ اگر کسی کا عقل اللہ جل جلالہ کے احکامات کی حکمت جاننے سے قاصر رہتا ہے تو یہ اس عقل کی کمزوری ہے۔ نہ اللہ کے احکامات کی۔

انسان کی اجتماعی زندگی میں اس کی تخلیق کا مقصد اور زمین پر اس کے کردار کی نوعیت کے بارے میں عقل کے فلسفے کبھی بھی مستقل نہیں رہے بلکہ ہر وقت انسانی

خواہشات کے مطابق تغیر پذیری کی حالت میں ہوتے ہیں۔ یہ تغیر کسی منطق کی محتاج نہیں ہوتی بلکہ نفس اور ہوس کے تابع ہوتی ہے۔

اب کٹھ پتلی ادارے کی 19 سالہ کارکردگی کا حاصل ہے ہی کیا جس کو وہ عوام کے سامنے پیش کر سکیں۔ ان کی کارکردگی اور کرتوتوں کو اگر اسلامی شریعت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ فحاشی، فتنہ اور فساد کے علاوہ انہوں نے ملک کو کچھ نہیں دیا۔ جو دربدری ان لوگوں کی وجہ سے ہوئی ہے ہم ان کے ازالے کی کوشش کریں گے۔ وہ تمام امور جو اسلامی شریعت سے متصادم نہ ہوں ان کی بھرپور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

سوال: طالبان کس قسم کا اسلامی نظام نافذ کرنا چاہتے ہیں؟ پاکستان، سعودی عرب، ایران یا مصر کی طرح؟ کچھ لوگ یہ سوال بھی اٹھا رہے ہیں کہ اسلامی نظام ایک فقہ کا نام نہیں، آپ یہ بتائیں کہ امارت اسلامیہ کس قسم کا اسلامی نظام چاہتی ہے؟

جواب: اسلامی شریعت کے مطابق اسلامی نظام حکومت کی اپنی تعریف اور اصول اور قسمیں ہیں۔ اس قسم کے سوالات وہ لوگ اٹھا رہے ہیں جو اسلامی نظام حکوت کے بارے میں شریعت کے احکامات سے لاعلم ہیں اور دوسری جانب وہ ہماری سادہ لوح عوام کو اسلامی نظام کے بارے میں شکوک وشبہات میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم دنیا میں موجود اسلامی حکومتوں اور ان کے نظام کا مطالعہ شریعت کی روشنی میں کرتے ہیں۔ ہم اشخاص، تنظیموں اور مختلف ممالک کے نظام حکومت کے مطابق اپنی اسلامی نظام کی نوعیت پیش نہیں کرتے بلکہ ہمارا نظام اسلامی شریعت کے اصولوں کے عین مطابق ہوگا اور بس۔ ہم عوام کے بہتر مفاد میں اس فقہ کو نافذ العمل کریں گے جو سب سے بہتر ہو۔

سوال: کچھ لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ امارت اسلامیہ کی حکومت کے دوران افغانستان کی مثال ایک قبرستان کی سی تھی جہاں لوگوں کو بنیادی حقوق حاصل نہیں تھے؟ اور اس کا موازنہ ماضی کی شاہی حکومتوں سے کرتے ہیں۔

جواب: امارت اسلامیہ ایک حقیقی اسلامی حکومت کی مثال تھی۔ جس کی زعامت کا انتخاب 1500 سے زائد علماء کرام نے کیا تھا اور اب بھی ان کی زعامت علماء کرام ہی منتخب کرتے ہیں۔ ایک خود مختار شوریٰ اس وقت موجود تھی جو اب بھی موجود ہے جن کے ارکان اہل حل وعقد کی صفات سے بہرہ ور ہیں۔ زعیم کے انتخاب میں ان تمام صلاحیتوں کو دیکھا جاتا ہے جو کسی اسلامی نظام کے ایک سربراہ کے لیے ضروری ہونی چاہیے۔ انتخاب کی بنیاد صرف شریعت اور شوریٰ ہے۔ امارت اسلامیہ نے اسلام کے احکامات کے عین مطابق ایک آئین تشکیل دیا تھا۔ لیکن افسوس امریکی حملے نے اسے مزید پنپنے نہ دیا۔

ہماری حکومت میں ایک کابینہ اور ریاست الوزراء موجود ہوتی تھی جو ایک حکومت کی طرح تھی اور اپنی قوم کی ہر ممکن خدمت کرتی تھی۔ تمام مناصب پر افراد کی تقرری اہلیت کی بناء پر کی جاتی تھی۔ صوبوں اور ضلعی سطح پر عوام سے رابطے اور ان کی شکایات سننے کے لیے خصوصی کمیشن کام کرتے تھے ہر صوبے میں علماء کی ایک شوریٰ موجود رہتی تھی جو لوگوں کے مسائل سنتی اور انہیں شریعت کی روشنی میں حل کرتی تھی۔

امیر المومنین رحمہ اللہ نے عوام کے ساتھ طالبان مسئولین کا سلوک معلوم کرنے کے لیے ایک خفیہ سسٹم وضع کیا تھا جو ہر صوبے میں فعال ہوتا تھا اور جس مسئول کی کارکردگی شریعت کے خلاف ہوتی اس کے بارے میں شریعت کے مطابق فیصلہ کیا جاتا۔ تعلیمی اور معاشی میدان میں ممکنہ وسائل سے اپنی حد تک عوام کی خدمت جاری تھی۔ اس وقت نوجوانوں کو تفریح کے مواقع بھی میسر تھے اور انہیں شریعت کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے ہر قسم کی تفریح کی نہ صرف اجازت تھی بلکہ حکومت اس کی حوصلہ افزائی بھی کرتی تھی۔ خواتین کی جبری شادی، دشمنی کے بدلے میں خواتین دینا جیسے تمام غیر اسلامی رسومات پر پابندی لگادی گئی۔

اب فیصلہ آپ کریں کہ اس قسم کے نظام حکومت کا شاہی حکومت سے موازنہ کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے۔ جس شاہی حکومت کے تمام فیصلوں کا اختیار صرف ایک خاندان کے پاس تھا، زعامت اور دوسرے اعلیٰ مناصب موروثی حیثیت رکھتے تھے اور ان میں سے اکثریت عوام کے مسائل سے لاعلم اپنی عیاشی اور کرسی کی فکر میں لگے ہوتے تھے۔ اقتدار میں بقاء کی خاطر آستین میں سانپوں کو پال کر ملک کو متعدد بحرانوں کا شکار کیا گیا۔ کبھی مشرق کی ڈکٹیشن لیتے تو کبھی مغرب کی کاسہ لیسی میں اپنی امان تلاش کرتے اور مختلف شیطانی فکروں کے لیے افغانستان میں زمین سازی کرتے رہے۔

اس قسم کے پروپیگنڈے سے دشمن کا ہدف صرف اور صرف مذاکرات کے ذریعے افغان مسئلے کے حل کا راستہ روکنا ہے۔ بین الافغان مذاکرات میں عدم اعتماد کی فضاء پیدا کرنا ان کا اصل مقصد ہے۔ اسلامی نظام کے خلاف لوگوں کے اذہان میں شکوک وشبہات پیدا کرنا در اصل ان کی اسلام سے دشمنی ہے۔ اس سے یہ لوگ عوام

میں اپنا مقام کھو دیں گے اور مزید ذلیل اور رسوا ہو جائیں گے۔

یہ لوگ وہ دن کیوں بھول گئے جب امارت اسلامیہ نے علاقائی اور لسانی عصبیت کا خاتمہ کیا۔ جب کابل شہر کھنڈرات کا منظر پیش کر رہا تھا اور 60 ہزار سے زیادہ شہری باہمی لڑائیوں کی نذر ہو گئے، لوگوں کے مال و جان سے یہ جنگجو کھیلتے رہے۔ لوگوں کے سروں میں کیل ٹھونک دیے جاتے۔ رقص مردہ کے نظارے ہوتے رہے [لاشیں رکھ کر اس کے پاس مخصوص رقص کیا جاتا] اس صورتحال میں امارت اسلامیہ نے کس طرح ملک کو ٹکڑے ہونے سے بچا کر باہمی لڑائیوں کا خاتمہ کیا اور ملک کو مثالی امن سے بہرہ ور کیا۔ یہی لوگ ان حکومتوں میں بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ اب بھی امریکی چھتری تلے کفار کے تلوے چاٹ رہے ہیں۔ انہیں اب گزشتہ جرائم کا حساب دینا ہے۔ انہیں ڈوب مرنا چاہیے، کس منہ سے طالبان حکومت کے خلاف لب کشائی کی جرات کر رہے ہیں۔

مغرب کی غلامی اور مغربی افواج کے ساتھ مل کر اپنے عوام کا قتل، فتنہ و فساد اور فحاشی اور عریانی کا فروغ، لادینیت اور ارتداد کے لیے راہ ہموار کرنا، بڑے شہروں میں سنگین جرائم، خواتین کی عزت اور ناموس کی پامالی، اسلامی مقدسات کی توہین، 90 فیصد سے زیادہ غربت، ملک سے لاکھوں نوجوانوں کی نقل مکانی، لاکھوں افراد کا منشیات کا عادی ہونا، چھاپوں میں پورے خاندان کا خاتمہ یہ سب جمہوریت کا ثمر ہے۔ افغان قوم بڑے شہروں میں چند بلند منزلوں، نائٹ کلبز، شراب کی فراوانی، سینکڑوں ریڈیو چینلز، درجنوں ٹیلی ویژن چینلز اور ان میں 24 گھنٹے میوزک اور فلم، اور ایک دوسرے کی عزتیں اچھالنے کی حرکتیں ہی ان کی حکومت کے دو عشروں کی کارستانی ہے۔

سوال: امارت اسلامیہ نے اپنے دور حکومت میں عوام کے لیے کونسی خدمات انجام دی ہیں؟ براہ کرم ان پر کچھ روشنی ڈالیے۔

جواب: امارت اسلامیہ نے اپنے دور حکومت میں عوام کی بے پناہ خدمات کی ہیں۔ حالانکہ امارت اسلامیہ اس وقت سخت معاشی اور سیاسی دباؤ کا شکار تھی۔ اس لیے وسیع پیمانے پر جدید سائنسی علوم سے استفادہ نہیں کر سکی۔ جو خدمات امارت اسلامیہ نے اپنے مختصر دور حکومت میں انجام دی ہیں، ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

1. سوویت یونین کی شکست کے بعد فتنہ و فساد کے خلاف جہاد کا اعلان۔

2. انارکیزم اور ملوک الطوائفی سمیت ان ہزاروں پھاٹکوں کا خاتمہ جو عام شاہراہوں پر لوگوں کے جان و مال اور آبرو لوٹتے رہتے تھے۔

3. ملک کو تقسیم سے محفوظ رکھا۔

4. ایک مضبوط مرکزی حکومت کا قیام

5. شریعت اسلامیہ کا نفاذ، حدود جاری کیے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر جیسے شعبے صدیوں بعد اسلامی نظام حکومت میں عملی طور دیکھے گئے۔

6. کئی عشروں بعد ملک گیر امن و استحکام

7. اسلامی اخوت کا نمونہ پیش کیا۔

8. حکومتی نظام، وزارتوں اور دوسری بنیادی اداروں کے تباہ شدہ عمارات کا دوبارہ قیام۔

9. مدارس، سکولوں اور یونیورسٹیز کا قیام، نصاب کی تیاری اور اشاعت، اساتذہ کی بھرتیاں اور دینی اور عصری علوم کے درمیان فاصلوں کا خاتمہ جس سے کئی عشروں بعد دینی اور عصری علوم کے طلباء کے درمیان فاصلے کی دیوار گر گئی۔

10. معاشی پابندیوں کے باوجود کسٹم ڈیوٹی میں کمی اور مضاربت کے نظام سے تجارت کو فروغ دیا۔ ضروریات زندگی نہایت سستے داموں دستیاب تھیں۔

11. سروبی، نغلو اور نغلوں ڈیموں پر کام کے ذریعے بجلی پیدا کی۔ جو کابل، ہلمند اور قندہار کو مہیا کی گئی۔

12. بغلان کی سیمنٹ فیکٹری کی مشینری کی ریپیئرنگ کی اور اسے پیداوار کے قابل بنایا، شبرغان کی گیس فیکٹری کی مشینری دوبارہ مرمت، مزار شریف تک گیس پائپ لائن بچھائی گئی جس سے یہاں کی کھاد فیکٹری دوبارہ چل پڑی، سمنگان اور کرکر میں کوئلہ کے کان پر دوبارہ کام شروع کر کے کوئلہ نکالا جانے لگا، اس کے علاوہ ملک کے سرمایہ دار لوگوں نے انفرادی سرمایہ کاری کے ذریعے کابل شہر میں ۱۰۰ سے زیادہ کارخانے قائم کیے، جس کو امارت اسلامیہ نے بجلی مہیا کی، قندوز میں سپین زر فیکٹری دوبارہ فعال ہوئی، جلال آباد میں پلاسٹک فیکٹری فعال

ہوئی۔اسی طرح ملک کے دوسرے صوبوں میں بھی قابل ذکر چھوٹے کارخانے قائم ہوئے۔ جس سے ہزاروں افغان شہریوں کو کام کے مواقع ملے۔

13. بہت ہی کم وسائل کے باوجود امارت اسلامیہ نے ملک میں سڑکوں کی تعمیر جاری رکھی۔ طورخم جلال آباد شاہراہ، جلال آباد تا کابل، کابل تا پکتیا، کابل تا غزنی، قندہار اور ہرات تک سڑک پر کام جاری تھا۔اس کے علاوہ بڑے شہروں کے اندرونی علاقوں میں بھی سڑکوں کی تعمیر جاری رہی۔ یاد رہے کہ امارت اسلامیہ کے اقتصادی نائب امیر جناب مولوی عبدالکبیر کی سربراہی میں ایک معاشی شوریٰ تشکیل دی گئی تھی۔اس شوریٰ نے اپنے بجٹ اور ملکی سرمایہ داروں کی مالی امداد سے داود خان دور حکومت کے پانچ سالہ منصوبے پر کام شروع کیا۔ دریائے کونڑ پر ڈیم کی تعمیر، صحرائے گنبیری میں نہر کی کھدائی کے علاوہ کچھ دوسرے علاقوں میں نہروں کی کھدائی اور پانی ذخیرہ کرنے کے لیے سروے جاری تھی اور اس کام میں سرمایہ داروں سے مدد کے لیے بینک میں ایک خصوصی اکاونٹ بھی بنوایا گیا تھا۔ مجھے وہ دن آج تک نہیں بھولا جب ہم نے جلال آباد کی سڑک کے لیے درکار مشینری ایک ہمسایہ ملک سے خریدی اور پھر اسے بڑی مشکل سے ''سمگل'' کرواکے جلال آباد پہنچایا، لیکن امریکی جارحیت کے بعد وہ مشینری سڑک پر یونہی پڑی رہ گئی۔

14. عوام کی فلاح وبہبود کے لیے تمام غیر ملکی این جی اوز کو کام کرنے کی اجازت دی گئی۔ عشر اور زکوۃ غرباء اور مساکین میں تقسیم ہوتی، معذوروں کے لیے خصوصی کارڈ جاری کیے گئے تھے۔ جہاد میں چلنے پھرنے سے معذور ہونے والے افراد کو امیر المومنین کی جانب سے خصوصی گاڑیاں دی جاتی تھیں۔

15. مساجد اور مدارس کا قیام۔

16. ٹاپی جیسے بڑے اقتصادی منصوبے کا آغاز، نئے کرنسی نوٹوں کی چھپائی اور ڈیزائن، مواصلات کے شعبے میں کئی کمپنیوں سے رابطے کیے جو امریکی جارحیت کی وجہ سے ادھورے رہ گئے۔

17. میڈیا کا شعبہ بھی اچھے انداز میں فعال تھا، ریڈیو نشریات، ادبی کانفرنسز، مشاعرے اور تحریری اور تقریری مقابلے منعقد کیے جاتے، اخبارات اور مجلے شائع ہوتے تھے۔

18. پورے ملک میں کچھ خاص شرائط کے ساتھ کھیلوں کی اجازت تھی اور مختلف کھیلوں کے مقابلے منعقد کیے جاتے اور اس کی حوصلہ افزائی بھی کی جاتی۔

19. امارت اسلامیہ نے تباہ شدہ ہوائی اڈوں کی دوبارہ تعمیر کی اور چھوٹی فضائیہ بھی تخلیق کی۔ تمام فوجی تنصیبات کو وزارت دفاع کے کنٹرول میں دیا۔ایسی فوجی فورس تشکیل دے دی جو بہت ہی کم وسائل میں اپنی ضروریات پوری کرتی تھی۔ عوام کے کندھوں پر بوجھ نہیں بنی۔ دنیا کے ممالک کی مالی امداد کے بغیر ایک ایسی فوج تشکیل دی جو احمد شاہ بابا کے دور کی یاد تازہ کرتی تھی۔

20. منشیات کی کاشت اور اسمگلنگ پر مکمل پابندی لگا کر اس کی پیداوار کا گراف صفر پر لے آئے، حالانکہ اب مغربی جمہوریت کے دوران ایک بار پھر منشیات کی کاشت اور اسمگلنگ میں افغانستان سرفہرست ہے۔

21. کرپشن کا مکمل خاتمہ کر لیا گیا۔

یاد رہے کہ امارت اسلامیہ نے مذکورہ تمام خدمات ایسے وقت میں انجام دیے ہیں جس وقت ان پر سخت بین الاقوامی معاشی پابندیاں لگی ہوئی تھیں۔ دنیا کے کسی ملک سے تعاون کے بغیر یہ خدمات جبکہ دوسری جانب امارت اسلامیہ شر وفساد کے خلاف جنگ میں بھی مصروف عمل تھی۔

جارحیت پسندوں اور ان کے کٹھ پتلیوں کے اربوں ڈالرز کے بجٹ کا موازنہ اگر ان کے چند علامتی اقدامات کے بغیر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ جتنا بھی کام ملک کے طول وعرض میں ہوا ہے وہ عوام کی انفرادی سرمایہ کاری کے سبب ممکن ہوا ہے نہ کہ مغربی جمہوریت کے بل بوتے۔

امارت اسلامیہ کی حکومت سے لے کر اب تک ہم پر ایک فکری اور پروپیگنڈے کی جنگ مسلط کی جاچکی ہے۔ میڈیا میں ہمارے مثبت کام کو بھی منفی انداز میں دکھانے کی کوشش کرتا ہے۔ ہمیں یہ فرصت ہی نہیں ملی کہ ہم اپنی خدمات کو میڈیا کے ذریعے دنیا اور عوام تک پہنچائیں۔ نہ صحافت میں کام کرنے والے آزاد اور اسلام پسند لکھاریوں نے اس طرف توجہ دی ہے۔

سوال: کابل انتظامیہ کے کچھ اعلیٰ عہدیدار جن میں امر اللہ صالح اور احمد

شاہ مسعود کے بھائی احمد ضیاء مسعود بھی شامل ہیں، نے کہا ہے کہ مذاکرات کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ انہوں نے اپنے حامیوں کو ایک اور جنگ کے لیے تیار رہنے کا حکم دیا ہے۔ کیا یہ لوگ اتنی قوت رکھتے ہیں کہ ایک بار پھر انارکی کا آغاز کریں؟

جواب: امر اللہ اور ضیاء مسعود جیسے لوگوں کے لیے اپنے انفرادی مفادات اور افغان دشمن ممالک کی جاسوسی سب سے زیادہ عزیز ہے۔ غیر ملکی انٹیلی جنس ایجنسیوں سے کے دیے گئے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اپنے ہی عوام اور عقیدے کے لوگوں کا قتل عام ان کا شیوہ رہا ہے۔ یہ لوگ افغانستان کے کسی بڑے گروہ کی نمائندگی نہیں کرتے بلکہ غیر ملکی ایجنسیوں کی زبان بولتے ہیں۔

افغان عوام امن اور استحکام اور امارت اسلامیہ کی شرعی حکومت چاہتے ہیں۔ اب وہ دور نہیں کہ لوگ امارت اسلامیہ کے خلاف قومی یا لسانی طور پر مسلح لشکر کھڑا کریں۔ ان لوگوں کے ساتھ اگر غیر ملکیوں کی امداد نہ ہو تو یہ طالبان کے ایک چھوٹے گروہ کے سامنے نہیں ٹھہر سکیں گے۔

سوال: امر اللہ صالح امارت اسلامیہ کے دوسرے رہنماؤں کے ساتھ آپ کا نام بھی ہمیشہ لیتا رہا ہے کہ انہوں نے آپ کے عسکری منصوبوں کو ناکامی سے دوچار کیا تھا، اس کے بارے میں ہمیں کچھ بتائیں کہ حقیقت کیا ہے؟

جواب: میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ امر اللہ صالح نے (CIA) ، (MI6)، (DGSE) اور (RAW) کی تربیت لی ہے۔ لیکن این۔ ڈی۔ ایس کے سربراہ کے طور پر ان کی ناکامی اور اپنی حکومت کے اندر ان کے خلاف نفرت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اتنا طاقتور نہیں ہے جتنا وہ دعوی کر رہے ہیں۔ ایک انٹیلی جنس سربراہ کے طور پر اپنی ذمہ داریاں نبھا نہیں سکتا۔ امارت اسلامیہ کے استشہادی مجاہدین نے ان کے دور میں ان کے تمام انٹیلی جنس اداروں کو مات دیتے ہوئے امریکا اور اس کے کٹھ پتلیوں کے خلاف وہ کارروائیاں کیں جس کا امر اللہ نے تصور بھی نہیں کیا تھا اور ان حملوں کو روکنے میں ناکامی کے بعد وہ اپنے عہدے سے مستعفی ہوگئے تھے۔ اب کس منہ سے یہ دعوی کر رہے ہیں کہ میں نے ان کے عسکری کارروائیوں کو ناکام بنایا تھا۔ دراصل یہ ہمارے مجاہدین ہی تھے جنہوں نے انہیں اس منصب سے محروم کیا۔ مجاہدین کے خلاف جو کارروائیاں امر اللہ صالح کے دور میں یا بعد میں ہوئیں وہ نام تو این۔ ڈی۔ ایس کا استعمال کر رہے تھے لیکن دراصل وہ غیر ملکی انٹیلی جنس آپریشن تھے۔

امر اللہ صالح نے جاسوسی کی تربیت حاصل کی ہے لیکن وہ ایک پیشہ ور ماہر جاسوس نہیں۔ کیوں کہ انہوں نے فدائی مجاہدین کے خلاف کارروائیوں کی متعدد بار کوششیں کیں لیکن ہر بار ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ این ڈی ایس اور سی۔ آئی۔ اے۔ کے پاس نہ پہلے اور نہ اب فدائی مجاہدین کی کارروائیاں روکنے کی حکمت عملی موجود ہے۔ فدائی مجاہدین ہر بار نئی تیکنیک کے ساتھ میدان کارزار میں کود پڑتے ہیں جس سے امر اللہ اور ان کے آقاؤں کے سوچنے سمجھنے کی قوت سلب ہو کر رہ گئی۔ اور اب طاقت کی بجائے بات چیت کے ذریعے مسائل کا حل چاہتے ہیں۔

سوال: دوحہ میں موجود کابل انتظامیہ کی مذاکراتی ٹیم کے علاوہ کچھ اور افغانی گروہ بھی ہیں جو ان مذاکرات کا حصہ نہیں ہیں، ان سے افہام و تفہیم کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: جی بالکل امارت اسلامیہ افغانستان تمام افغان جہات کے ساتھ رابطے میں ہے۔ اور مسئلے کا حقیقی حل بھی اسی وقت ممکن ہے جب اس مذاکراتی عمل میں تمام افغان گروہ شریک ہوں۔ لہذا اس بارے میں ہمیں کسی تشویش کی ضرورت نہیں۔

سوال: کیا واقعی امریکا مذاکرات کے ذریعے جارحیت کے خاتمے کے لیے تیار ہے؟ یا مذاکرات کے ذریعے اپنے مذموم مقاصد تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے؟

جواب: امریکا نے طاقت کے تمام حربے استعمال کر لیے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ امریکا افغانستان میں مزید رہنے کا متحمل نہیں ہو سکتا اور نہ اپنے کٹھ پتلیوں کو مزید افغانستان پر مسلط کر سکتا ہے۔ اسی وجہ سے امریکا نے مذاکرات کی راہ اپنالی ہے۔ اب وہ مذاکرات کے ذریعے کونسے اہداف حاصل کرنا چاہتا ہے اس کا تعلق انہی سے ہے۔ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم امریکا کے ساتھ ہونے والے معاہدے کی پاسداری کریں دوسری جانب ہم پوری طرح چوکنے اور بیدار ہیں۔ ہم غافل نہیں ہیں اور نہ تاریخ کے تلخ تجربات دہرانے کے لیے تیار ہیں۔

سوال: رواں سال ماہ جون میں اقوام متحدہ نے ایک رپورٹ میں دعوی کیا کہ اب

بھی افغانستان میں کچھ غیر ملکی جہادی تنظیموں کے ارکان موجود ہیں جن کی تعداد سینکڑوں میں ہے؟اس رپورٹ کے ذرائع کیا ہیں؟اس پر کتنا بھروسہ کیا جاسکتا ہے؟

جواب: افغانستان میں غیر ملکی انٹیلی جنس ایجنسیوں کا ایک نیٹ ورک قائم ہے جن میں ان کے افغانی اور غیر ملکی ایجنٹ شامل ہیں، مائیکل سمپل کی سربراہی میں جو ایم۔آئی۔6 کے لیے کام کرتے ہیں۔مائیکل سمپل افغانستان کے لیے یورپی یونین کے نمائندے کے نائب کے طور پر بھی کام کر چکا ہے۔یہ شخص افغانستان اور اس خطے میں خفیہ اور خطرناک سازشوں میں ملوث رہا ہے۔اس شخص نے حال ہی میں کابل کے ایوان صدر سے تعلقات استوار کر لیے ہیں اور مذاکرات کے سخت ترین مخالفین میں سے ہے۔اس نیٹ ورک کے افغانی ایجنٹ وہ این۔ڈی۔ایس کے سابقہ اہلکار ہیں۔یہ سب مذاکرات کے مخالفین اور اسے سبوتاژ کرنے کے مشن پر ہیں۔

میری معلومات کے مطابق مائیکل سمپل اقوام متحدہ کی رپورٹ سے قبل کابل سرینا ہوٹل میں مقیم تھا اور اپنے داخلی اور غیر ملکی ایجنٹس کے ساتھ اس رپورٹ کی تیاری کے لیے معلومات اکٹھی کر رہا تھا، جس میں زیادہ تر معلومات جھوٹ اور فریب پر مبنی تھیں۔اسی طرح مائیکل سمپل نے ایک اور تخریب پر مبنی سروے قیدیوں کی رہائی کا مرحلہ مکمل ہونے کے قریب فلیکس کوہن کے ساتھ مل کر بیلفاسٹ یونی ورسٹی کے لیے کیا، جو ستمبر کے آغاز میں فارن پالیسی میگزین میں شائع ہوا۔اس سروے میں بھی یہ دعوہ کیا گیا تھا کہ رہا ہونے والے طالبان کی اکثریت دوبارہ جنگ کے میدان میں طالبان کے ساتھ مل کر کابل فورسز کے ساتھ لڑائی میں مصروف ہیں۔اس سروے کا مقصد قیدیوں کی رہائی کا مرحلہ روکنا تھا جس سے مذاکرات کٹائی میں پڑ سکتے تھے۔

مائیکل سمپل جیسے غیر ملکی اور ملکی جاسوسوں سے بنے اس نیٹ ورک کا مقصد ہی جھوٹی افواہیں اور رپورٹس بنانا اور پھیلانا ہے۔امارت اسلامیہ متحد ہے۔اور یہاں کسی غیر ملکی جہادی کی مدد کی ان کو کوئی ضرورت نہیں اور نہ یہاں غیر ملکی جہادی تنظیموں کے لوگ موجود ہیں۔امارت اسلامیہ امریکا کے ساتھ کیے گئے معاہدے کی مکمل پاسداری کا شرعی طور پر مکلف ہے اور امریکا سے بھی یہی توقع رکھتی ہے کہ وہ معاہدے کی پاسداری کرتے ہوئے کچھ شرپسند جاسوسی نیٹ ورکس کے جعلی رپورٹس پر کان نہ دھریں۔کیوں کہ یہ لوگ اپنے انفرادی مفادات کی خاطر بین الافغانی مذاکرات کے اہم مرحلے کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں۔لہٰذا ان افواہوں کو خاطر میں نہ لایا جائے جو کچھ اجرتی جاسوسوں کے ذریعے میں میڈیا میں پھیلائے جارہے ہیں۔

سوال: ان لوگوں کے ساتھ کیسے مذاکرات اور افہام و تفہیم ممکن ہو گی جو گزشتہ انیس سال تک جارحیت پسندوں کی خدمت میں رہے؟

جواب: ہم نے جنگ بھی اللہ جل جلالہ کی خصوصی نصرت سے ان کفار کے خلاف لڑی ہے اور اب بھی اللہ جل جلالہ کی نصرت کے امیدوار ہیں۔اسی طرح سیاسی جنگ بھی اللہ کی مدد و نصرت سے دنیا کے نام نہاد سپر پاورز کے خلاف لڑ رہے ہیں۔اللہ کی نصرت ہی تو تھی کہ ہم نے وہ سخت مراحل گزارے جس کا تصور کرنا بھی محال تھا اور ہم اس منزل پر پہنچ گئے جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔لہٰذا ان لوگوں کا میز پر آنا ہمارے لیے نیا نہیں، ہم اسی شریعت کی روشنی میں ان سے مذاکرات آگے بڑھائیں گے۔

سوال: افغان قوم اور مجاہدین کے نام کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب: افغان قوم اور خصوصاً مجاہدین کے نام میرا پیغام یہ ہے کہ ہمارے لیے جہاد کا جاری رہنا ملک میں فتنہ و فساد سے ہزار درجے بہتر ہے۔یہ فتنہ اور فساد چاہے سیاسی راہ سے ختم ہو یا مسلح جدوجہد سے، ہر صورت اسے ختم ہونا ہے، تاکہ عوام حقیقی آزادی حاصل کر کے ایک مقدس دینی نظام کے سائے میں زندگی گزاریں۔جہاد میں آپ لوگوں کو ضرور تکالیف کا سامنا ہوگا، گھر تباہ بچے یتیم ہوں گے لیکن یہ اتنی تباہی نہیں جتنی فتنہ، فساد اور دین سے دوری میں ہے۔اگر اس فتنے کے خلاف مسلح جدوجہد نہیں کی تو خطرہ ہے کہ ہماری آنے والی نسلیں اپنی اسلامی شناخت کھو ڈالیں گے اور یہاں صرف نام کے مسلمان اور افغان رہ جائیں گے۔اس کے علاوہ اگر خدانخواستہ ہم جہاد ترک کر دیں گے تو یہ ہمارے ان لاکھوں شہداء کے خون سے خیانت کے مترادف ہوگا جنہوں نے انگریز، روس اور امریکا کے خلاف دین اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے۔اس لیے صبر و استقامت سے کام لیں۔سیکولرز اور کمیونسٹ رژیم کے پسماندگان کے میڈیا پروپیگنڈوں کو نظر انداز کریں۔ان شاء اللہ بہت جلد یہ اندھیری راتیں ایک روشن صبح میں تبدیل ہو جائیں گی۔یہ اللہ کا برحق وعدہ ہے۔ان شاء اللہ پوری قوم اسلامی نظام کے سائے میں امن و سکون کی زندگی بسر کرے گی۔

وماذلک علی اللہ بعزیز۔

کچھ خدشات اور ان کی وضاحت

عابد

کچھ لوگوں کے خدشات اور اعتراضات سن کر بندہ حیران ہو جاتا ہے کہ کس طرح ایک شخص جو مسلمان ہو اور افغان بھی، اس طرح کی واہیات کا اظہار کر سکتا ہے۔ یہ خدشات اس سرزمین کے باسیوں کی فطرت سے مطابقت نہیں رکھتے۔ کیوں کہ اسلام اس سرزمین کی اصلیت اور تعارف ہے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے ملک پر مغربی جارحیت کے بعد اب لوگوں میں یہ تاثر عام ہو چکا ہے کہ اب کچھ لوگ اسلامی نظام کے نفاذ سے خوفزدہ ہو کر اس کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں اور مختلف قسم کے خدشات کا اظہار کر رہے ہیں۔

ان خدشات پر روشنی ڈالنے سے پہلے ان کے اسباب پر بھی روشنی ڈالنی چاہیے۔ اس قسم کے خدشات رکھنے والے لوگوں کا تناسب افغان آبادی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ اتنی تھوڑی تعداد میں ہونے کے باوجود ان لوگوں کا اثر و رسوخ زیادہ ہے کیوں کہ ان کی رسائی ابلاغی وسائل تک ہے۔ دوسری جانب کچھ خفیہ اسلام دشمن قوتوں کی جانب سے بھی اس قسم کے خدشات کو ہوا دی جا رہی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس موضوع پر قلم اٹھایا جائے اور لوگوں کو حقائق بتائے جائیں۔

کیسا اسلامی نظام:

وہ لوگ جو دین اسلام کے بارے میں علم نہیں رکھتے یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کے قواعد بھی لوگوں کے ہاتھ میں ہیں اور لوگوں کے مزاج کے مطابق وقت کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ کچھ مخصوص افراد کی فکر اور عمل کو اسلام سمجھتے ہیں، اس لیے یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ "کیسا اسلامی نظام"؟ لوگ اسلام کے بارے میں جاننے کی بجائے کچھ لوگوں کے طور طریقوں کو ہی اسلام سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کے احکامات بڑے واضح ہیں اور کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو اسلام کی تعلیمات میں اپنے حقوق کا تحفظ نہ دیکھے۔ طالبان اسلام کے احکامات کو اپنے نفع میں ہرگز تبدیل نہیں کر سکتے۔ ہر شخص کو اسلام کے اصولوں پر اعتماد کرتے ہوئے بالکل بھی خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔

افغانستان پر جارحیت کے سائے میں قائم ہونے والی مغربی جمہوریت نے جو سسٹم افغانستان پر مسلط کیا ہے کیا اس میں کوئی ایسا قابل ذکر مواد ہے جسے اسلامی نظام سے بہتر قرار دیا جائے؟ ہم نے اس جمہوریت کی موجودگی میں بہت سے سانحات جھیلے ہیں۔ یہاں تک کہ یہاں جمہوریت کے قیام کے نام پر ڈھیرہ ڈالنے والے 40 سے زیادہ ممالک بھی آج تک اس قابل نہیں ہوئے کہ کم سے کم اپنے ساتھ لائے گئے نظام جمہوریت کو ہی نافذ کر دیں۔ بلکہ الٹا یہاں اقتدار کی رسہ کشی میں ایسے اقدامات اٹھائے گئے جس کی مثال دنیا کے کسی جمہوری ملک میں نہیں مل سکتی۔

خواتین کے حقوق:

خواتین کے حقوق کے بارے میں اگر ان نام نہاد جمہوروں سے کہا جائے کہ خواتین کو جو حقوق اسلام نے دیے ہیں اس سے زیادہ حق دنیا میں کسی دوسرے مذہب اور نظام میں ان کو نہیں دیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود آٹے میں

نمک کے برابر یہ جمہور یے آواز اٹھا رہے ہیں کہ اگر افغانستان میں اسلامی نظام نافذ ہوتا ہے تو خواتین کے حقوق پامال ہونے کا خدشہ ہے وہ اپنے تاثرات سے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ گویا وہ ان خواتین کے حقوق کے محافظ ہیں۔ دراصل ہم اسلام کے اصولوں پر کبھی بھی سمجھوتے کے لیے تیار نہیں ہو سکتے اور نہ ان پر سمجھوتہ ممکن ہے۔ خواتین کے حقوق سے اگر ان لوگوں کی مراد خواتین کے لیے وہ آزادی ہے جو انہیں مغرب میں حاصل ہے، یا دوسری بات کہ یہ لوگ خواتین کی آزادی نہیں بلکہ خواتین تک پہنچنے کی آزادی چاہتے ہیں تو اس کی اسلام بالکل اجازت نہیں دیتا۔ دوسری جانب ہماری روایات اور سماجی نظام بھی خواتین کی مذکورہ آزادی کے خلاف ہے۔ خواتین کو جو حقوق اس جمہوری نظام نے دیے ہیں وہ ہم نے ان کے 19 سالہ دور میں اچھی طرح دیکھ لیے ہیں۔ اس دور میں خواتین کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا گیا شاید افغانستان کی تاریخ میں ایسا سیاہ دور خواتین کے لیے گذرا ہو۔ اسی طرح خواتین کے حقوق صرف شہروں کی مثال دینے تک محدود نہیں۔ افغانستان کے دور دراز علاقوں اور قصبوں میں خواتین کے ساتھ جو ظلم وستم ہوتا ہے ان کے بارے میں بھی آواز اٹھائی جائے۔ یقیناً ان کے حقوق کا تحفظ اسلامی نظام کے علاوہ کسی دوسرے نظام میں نہیں۔

خواتین کے کام اور تعلیم کے بارے میں بھی واویلا کیا جا رہا ہے۔ امارت اسلامیہ نے بار بار یہ بات واضح کی ہے کہ اپنے تمام تر وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے اس بارے میں اقدامات کرے گی۔ جو لوگ مسلمان ہیں انہیں خواتین کے بارے میں قرآنی ہدایات اور احکامات سے مطمئن ہونا چاہیے۔ ہماری جنگ انفرادی مفاد، اقتدار اور منصب کے لیے نہیں بلکہ اس لیے ہے کہ ملک کے تمام شعبوں میں اسلام کے احکام نافذ ہوں اور اسی میں تمام شہریوں مرد و خواتین کے حقوق کا تحفظ موجود ہے۔ خواتین کے کام کو اگر دنیا یا خاص طور پر افغانستان میں دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ اصطلاح خاص مقاصد کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس میں کوئی ایسا عنصر نہیں جس سے ہم مطمئن ہوں کہ اس میں خواتین کے حقوق کا تحفظ موجود ہے۔ لیکن اگر اس بارے میں اسلام کی طرف رجوع کیا جائے تو یہاں ہر لحاظ سے اسلام کے حقوق محفوظ ہیں۔ مال کی ملکیت، تجارت، تعلیم اور زندگی کے تمام شعبوں میں خواتین کے حقوق کا تحفظ موجود ہے۔ لیکن یہاں کا اسلام بیزار ٹولہ خواتین کے حقوق کا اسلام میں مطالعہ کرنے کے بجائے دوسروں کے ہاں تلاش کرتے ہیں اور آنکھیں بند کر کے مغربی فکر کی ترویج کرتے ہیں۔

آزادی اظہار رائے:

آزادی اظہار رائے کا مطلب اگر یہی ہے جو ہم جارحیت کے ان دنوں میں دیکھ چکے اور دیکھ رہے ہیں تو یہ مطالبہ بالکل بے جا ہے کیوں کہ حاکم نظام کی حمایت ہی اگر آزادی اظہار رائے ہے تو ان کا یہ نعرہ بے جا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ میڈیا نے کس قسم کی رپورٹنگ کی اور کس کے پلڑے میں اپنا وزن ڈالا؟ اب بھی یہ ٹولہ اپنے کیے کو غلط نہیں سمجھتا۔ لیکن اب وہ پتہ نہیں کس قسم کی آزادی چاہتے ہیں؟ یہاں یہ لوگ آزادی اظہار رائے کو اقلیتوں کے حقوق سے بھی جوڑ رہے ہیں کہ ان کے حقوق پامال ہوں گے۔ انہیں ہم یہ بات بتاتے چلیں کہ افغانستان ایک مسلمان ملک ہے اور یہاں غیر مسلم ذمیوں کی تعداد بہت قلیل ہے۔ جب امارت اسلامیہ شرعی نظام نافذ کرے گی تو اسلام میں ان کے حقوق کا مکمل تحفظ موجود ہے۔ اس لیے انہیں آواز اٹھانے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ کیوں کہ امارت اسلامیہ نے اپنے دور حکومت میں غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے اور اس پورے دور میں کوئی مسئلہ انہیں پیش نہیں آیا۔ ان شاء اللہ اب بھی کوئی مسئلہ پیش نہیں آئے گا۔

سیرت کا ایک اہم پہلو

سید عبدالرزاق

ربیع الاول کا مہینہ مسلمانوں کے ہاں بڑا مقدس ہے۔ کہ اس کے اندر اسلام کے مقدس دین کے پیشوا، آقائے دوجہاں، سرورِ کائنات، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ دنیا میں قدم رنجہ فرما ہوئے ہیں۔ اسی مہینے میں ہجرت کا سفر تکمیل کو پہنچا ہے۔ اور بالآخر اسی مہینے میں محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی پیش آئی ہے۔

قطع نظر اس کے کہ اس مہینے میں میلاد منائی جائے اور اس کے جائز وناجائز کی بحثوں میں وقت ضائع کیا جائے ربیع الاول کا مہینہ جو پیغام دیتا ہے وہ یہ کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا عظیم مقصد کیا تھا؟ انہوں نے اپنی مقدس اور بابرکت زندگی کی پرنور گھڑیاں کس چیز میں صرف کر دیں؟ وہ کیا ایسی چیز تھی جس کے پانے کے لیے کائنات کی سب سے محبوب ترین شخصیت نے اپنا خون بہایا؟ وہ کونسا ہدف تھا جسے حاصل کرنے کے لیے الہ العالمین کے بعد عالمین میں سب سے اونچا درجہ رکھنے والا عظیم رہنما اپنا گھر بار اور اس سرزمین کو چھوڑنے پر آمادہ ہو جاتا ہے جس میں پیدائش اور پرورش ہوئی ہے اور جوان کی پچاس سالہ زندگی کا گہوارا رہی ہے۔ آخر وہ کونسی منزل تھی جسے پانے کے لیے صلح حدیبیہ کے مقام پر ایسی شرائط مانی جاتی ہیں جو بظاہر ماننے جانے کے قابل نہیں؟

ربیع الاول کا مہینہ ان سوالات کی گہرائی میں جانے کی دعوتِ فکر دیتا ہے۔ واقعہ بھی یہی ہے کہ سیرت سے یہ اخذ کرنا کہ میری نشست وبرخاست سنت کے مطابق ہو بالکل بجا ہے۔ اپنی اٹھک بیٹھک، چلت پھرت سمیت ہر ہر قدم میں سیرت کو اسوہ حسنہ بنانا بھی عین قرآنی ہدایت ہے۔ انفرادی زندگی کے لیے سیرت کو مشعل راہ بنانا بھی عین شریعت کی روح کے مطابق ہے مگر! جو چیز بہت اہمیت کے لائق اور قابل اعتناء ہے اور جس سے قوموں کی کایا پلٹتی ہے اور حالت کہیں سے کہیں بدل کر انقلاب بپا ہوتے ہیں اور جس سے کسمپرسی کی صورتحال میں پھنسے افراد ترقی کے بامِ عروج پر چڑھتے ہیں اور اسی لیے اس سے اغیار کی محنت یا اخیار کے تغافل کی وجہ سے مسلسل غفلت برتی جارہی ہے وہ انفرادی زندگی سے آگے بڑھ کر اجتماعی زندگی میں سیرت کے مشعل کو جلا بخشنا ہے اور یہی سیرت کا اصل تقاضا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے مدینہ جاتے ہی کوئی انفرادی کام نہیں کیا۔ سب سے پہلے جو کام کیا ہے تو جمعہ کی نماز کی اقامت اور مسجد کی تاسیس کی ہے جو اجتماعیت کا مظہر اور بنی نوع انسان کی فلاح وبہبود پر مبنی ہے۔ اگلے قدم میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودِ مدینہ کے ساتھ ایک معاہدہ کیا ہے جس کی رو سے یہود اور مسلمان ایک دوسرے کے لیے باعث ضرر نہ ہونے کے ساتھ بیرونی دشمن کے لیے بھی ایک ہونگے۔ اسی کے ساتھ انصار اور مہاجرین کے درمیان مؤاخات کا تعلق اور بندش وہ کام ہے جو سیرت سے ہمیں اجتماعیت کا پیغام دے رہے ہیں۔

اگر معمولی سا غور کیا جائے تو نظر آتا ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا بنیادی مقصد ایک اسلامی اور فلاحی ریاست کا قیام تھا جس میں قرآن وسنت پر مبنی نظام رائج ہو۔ یہود بے بہبود اور ابنائے صلیب میں جس طرح طاقتور کو کھلی چھوٹ اور کمزور کو مزید دبا دینے کا کلچر عام تھا اس کلچر کا خاتمہ مقصود تھا۔ چوری ڈکیتی اور قتل وقتال کے خدوخال کو سرے سے ناپید کرنا ہی ایک بنیاد تھا۔ خوشحالی اور آسودہ زندگی کی فراہمی کے لیے جدوجہد تھی۔ قوموں اور ملکوں کے ساتھ دوطرفہ احترام پر مبنی تعلقات اس ریاست کے لیے ضروری تھے۔ معیشت کی بہتری اس کے بنیادی ارکان میں شامل تھی۔

چنانچہ اسی بنیاد پر چور کے ہاتھ کاٹے گئے۔ بدکاری کرنے والوں پر رجم اور کوڑوں کی سزا نافذ کی گئی۔ اعلی اور ادنی کے افتراق کو ختم کرنے کے لیے یہ فرمان صادر ہوا کہ "اگر فاطمہ بنتِ محمد بھی (العیاذ باللہ) چوری میں ملوث ہوگی تو بخدا اس پر شرعی حدود کا نفاذ ہوگا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت یہ فرمان دینا کہ "ان کے مالداروں سے زکوۃ لے کر وہاں کے غریبوں پر تقسیم کرنا" درحقیقت معیشت کی بہتری اور مضبوطی کا ایک عظیم اصول اور خوبصورت گر تھا۔ یہود کے ساتھ معاہدہ باہمی احترام پر مبنی تعلقات کا ایک نمونہ تھا۔ ۲۷ غزوات حقیقی امن وامان کو قائم کرنے اور زمین سے فساد کے خاتمے کا بہترین طریقہ تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے ہمیں ملا ہے۔

سیرت سے اسلامی، فلاحی ریاست کا قیام اور یہ تصور اخذ کرنا ہمیں سیرت کو دیکھنے، سننے اور سمجھنے والوں کے پاس سے بھی ملتا ہے۔ نبی علیہ السلام کے ساتھی، جانثار اور وفادار صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے حضور کی وفات پر جنازہ، تکفین اور تدفین کو تو بعد میں عمل میں لایا لیکن ریاست کے سربراہ کا پہلے فیصلہ فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعینِ زکوۃ کو اس بنیاد پر جنگ کا مستحق قرار دے دیا کہ انہوں نے ریاستی رٹ کو چیلنج کیا تھا۔

ایک اسلامی اور فلاحی ریاست میں جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ ہے دفاعی مورچہ کو سنبھالنے کے لیے منظم فوج ترتیب دینا اور ان کی معاشی کفالت کا بیڑا اٹھانا، ہمیں یہ چیز فاروقی دورِ خلافت میں وسیع اور فراواں ملی ہے-دواوین کی ترتیب، تدریجی وظیفہ اور باقاعدہ ناموں کے اندراج کے ساتھ یہ اصول طے کرنا کہ کوئی شادی شدہ بندہ فوج میں ہوتے ہوئے سفر کے اندر چار مہینے سے زیادہ وقت گزارنے کا مجاز نہیں سب وہ اہم باتیں ہیں جو ایک زندہ و پائیدار ریاست کے لیے ضروری ہیں اور ہمارا یقین اور عقیدہ ہے کہ یہ سب کچھ خلفائے راشدین نے سیرتِ طیبہ سے حاصل کی ہیں اور ان کے نزدیک سیرت کا عملی پہلو بھی یہی ہے-

یہاں ایک اور عمل مجھے خود حضور علیہ السلام اور ان کے خلفاء میں یہ نظر آتا ہے کہ تعلیم کے لیے گاوں دیہات اور مختلف افراد و قبائل سمیت شہروں تک میں انتظام سنبھالنے کے لیے مرکزِ خلافت سے لوگ بھیجے جاتے تھے اور انہیں پابند بنایا جاتا تھا کہ وہاں جا کر دین کی تعلیم سے وہاں کی آبادی کو روشناس کرائیں-اس پر مستزاد یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھیجتے ہوئے یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اے اہل کوفہ! تم کو اپنے آپ پر ترجیح دی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جنہیں یہاں ہونا چاہیے تھا تمھیں دے دیا ہے-اسی طرح خود حضور کا یمن کے لیے حضرت معاذ اور حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ کا انتخاب درحقیقت ریاست کی تشکیل کے مراحل کو ابتداء سے مضبوط بنانا ہی تھا-

ہمیں معلوم ہے کہ ایک مضبوط ریاست کے لیے تعلیم مہمیز کا کام دیتی ہے اور جب کوئی قوم زوال پذیر ہونا شروع ہو جاتی ہے تو سب سے پہلے اس کی تعلیم میں تنزل آتا ہے-اسی طرح ترقی کی راہ پر اگر گامزن ہونا ہو تب بھی تعلیم کو ہی مضبوط سے مضبوط تر کرنا ہوگا-چنانچہ ریاست کا یہ بنیادی ڈھانچہ بھی خود عہد نبوی کی سیرت سے آشکارا ہے کہ حضور علیہ السلام مدینہ پہنچتے ہی صفہ کا قیام عمل میں لاتے ہیں اور بہت سارے قراء کرام کو سروں کے نذرانوں کی قیمت پر تعلیم عام کرنے کے لیے بھیجتے ہیں-اور اس نظام میں مزید بہتری لانے کے لیے یہ اعلان فرماتے ہیں کہ سیادت اور قیادت کا وہی اہل ہے جو قرآن کے معانی و مفاہیم پر سب سے زیادہ عبور رکھتا ہو-

ریاست کے اہم ارکان میں سے ایک ایسا عدالتی نظام قائم کرنا ہے جس میں انصاف کی فراہمی اور ظلم کے سدباب کے لیے تمام تر آلات و اسباب کو بروئے کار لایا گیا ہو-سیرت طیبہ کا گوشہ گوشہ اس باب میں ہماری بھرپور رہنمائی کرتا ہے-بنو قریظہ کے جبر و ستم اور فریب و مکر کے لیے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی عدالت انہیں کی مرضی سے قائم کرنا اسی عدالتی نظام کا بہترین شاخسانہ تھا-یہودی کے قتل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس وقت تک ملزم ٹھہرانا جب تک وحی الہی کا نزول نہ ہو عدل و انصاف کا وہ مظہر ہے جو اغیار کے دلفریب نعروں اور متعدد نظاموں کے باوجود کبھی دیکھنے کو نہیں ملا-

عدالتی نظام کا ریاست میں یہی نظارہ اور اس کا اسی قدر اہتمام سیرتِ نبویہ سے فیضیاب جماعت خلفائے راشدین کے دور میں بھی ہوتا رہا-قاضی شریح کا حضرت علی اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف فیصلہ صادر کرنا ہمیں بتاتا ہے کہ ریاست میں سیرت کی روشنی میں عدالتی نظام کس قدر اہم ہے اور سیرت کے عملی ادوار میں اس کا کس قدر اہتمام ہوتا تھا-

ایک مضبوط فلاحی ریاست کے لیے لوٹ مار اور کرپشن کی ناسور سے خاتمہ انتہائی ناگزیر ہے-دلچسپ بات یہ ہے کہ سیرت کی الف سے لے کر یاء تک یہ موضوع کثرت سے موجود ہے اور اس کے لیے ایسی واضح ہدایات موجود ہیں جن کی روشنی میں قدم قدم پر آسانیاں آسکتی ہیں اور کرپشن کا بہترین سدباب ہو سکتا ہے-یہی وجہ ہے کہ دورِ نبوت میں ایک صحابی رسول کو جوتے کا ایک تسمہ تک لوگ واپس کر دیتے ہیں اور دوسری جانب اس ایمانداری کو بھی اس لیے مسترد کیا جاتا ہے کہ تقسیم سے پہلے کیوں نہیں لایا گیا-چودہ سو سال کی طویل ترین مدت میں جہاں اغیار نے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا مگر پورے دورِ نبوت اور خلافت راشدہ میں کسی ایک صحابی یا معاشرہ کے کسی ایک فرد کا مالی کرپشن ثابت نہ کر سکے-یہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ سیرت سے یہ بھی سیکھنے کی چیز ہے-

الغرض! سیرت سے جو پہلو اخذ کرنے کی ضرورت ہے اور جس کا آج بالکلیہ فقدان ہے وہ ہے نظام اور ریاست کی تشکیل کا پہلو-خدا جانے یہ کام دانستہ ہو رہا ہے یا نادانستہ ؟! اغیار کی چالاکی کو اس میں دخل ہے یا پھر اخیار کا تجاہل اور تغافل اس میں کارگر ہے؟ مگر ہوتا یہ ہے کہ سیرت کو انتہائی محدود زاویہ تک منحصر کر رکھا گیا ہے-بجا ہے کہ مسنون دعاؤں کا اہتمام سیرت کی روشنی میں کیا جائے-یہ بھی بالکل ٹھیک ہے کہ گھریلو زندگی، کاروبار، اہل خانہ کے ساتھ برتاو اور تمام انفرادی اعمال میں سیرت کو بروئے کار لایا جائے مگر!

یہ کیوں بھلا دیا جاتا ہے کہ سیرت ایک جامع نظام فراہم کرتی ہے جس کی روشنی میں اجتماعیت اور وحدت قائم ہونے کے ساتھ ان تمام خرابیوں کی جڑیں کٹ جاتی ہیں جو معاشرہ کے تنزل میں بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں اور جن کا خاتمہ سیرت کے اس عطاء کردہ نظام کے بغیر ممکن نہیں ہے-

شکر بجا لاتا ہوں کہ رب العزت نے امارتِ اسلامیہ کو یہ نکتہ سمجھنے کی صلاحیت عطاء کر کے اسی نہج پر گامزن کر رکھا ہے-چنانچہ آج بھی پوری دنیا میں سیرت کے اس پہلو پر اگر کوئی عمل پیرا ہے تو وہ امارتِ اسلامیہ کی عظیم قیادت اور مخلص عوام ہیں جو اپنے تمام مسائل کا حل اس نظام میں دیکھتے ہیں جو سیرت نے فراہم کیا ہے-

اللہ عزوجل انہیں اپنے مقصد سے سرفرازی اور امت کو یہ پہلو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے-آمین

اسلامی حاکمیت کے قیام کے لیے راہِ عمل!

ابوظہیر شمس

طویل تاریخی جہادی مقاومت کے بعد امریکی استعماری ٹولہ کو مجبور کیا گیا کہ اپنے افواج کے افغانستان سے انخلاء کے معاہدہ پر دستخط کردے جس کے ساتھ ہی انخلاء کا عمل بھی شروع ہوگیا ہے۔معاہدہ کی شقوں پر اگرچہ عمل درآمد میں کچھ سستی دیکھنے میں آرہی ہے اور کابل انتظامیہ نے قیدیوں کی رہائی میں بہت پس وپیش سے کام لیا۔مگر دباو کے نتیجہ میں مکمل ۵۰۰۰ قیدیوں کی رہائی عمل میں لائی گئی اور بین الافغان مذاکرات کے لیے نہ چاہتے ہوئے بھی راہ ہموار کردی گئی۔

اسی بنیاد پر رواں سال بارہ ستمبر کو قطر کے دارالحکومت دوحا میں امارتِ اسلامیہ افغانستان اور افغانستان کے سیاسی گروہوں اور اکائیوں سے تشکیل شدہ ٹیم کے درمیان عالمی برادری کے روبرو مذاکراتی سلسلہ کا آغاز ہوگیا-اسی وقت سے میڈیا پر اسلامی نظام اور اسلامی حاکمیت کے بارے میں بحث کو جگہ ملی ہے۔بعض لوگ افغانستان میں دنیا میں رائج سیکولر اور آزاد خیال ریاست کے حامی ہیں اور مغربی دنیا کو خوش کرنے کے لیے اسلامی نظام کی مخالفت میں پیش پیش رہتے ہیں-وہ مغربی ڈیموکریسی کو ایک مثالی انسانی نظام کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں-اور مغرب کی طرح یہاں بھی مادر پدر آزادی کے متمنی اور خواہاں ہیں-

دوسری طرف ملک کی اکثریت مسلم آبادی اسلامی نظام کے نفاذ کی امید لگائے بیٹھی ہے۔ان کی زندگی کی بڑی آرزو افغانستان میں خلافتِ راشدہ کی طرز پر عدل وانصاف پر مبنی ریاست کا قیام ہے-

بہت سے لوگ زبان سے خلافتِ راشدہ کا نام لیتے ہیں اور اس کے نفاذ کا کہتے ہیں مگر کبھی کبھی خلافتِ راشدہ کے عنوان کے تحت بعض غیر اسلامی قوانین کی بات بھی کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں سرے سے خلافتِ راشدہ کے معیاروں، خصوصیات اور اصول کے بارے میں کوئی واقفیت ہی نہیں ہے-

انہوں نے یہ سنا ہے کہ خلافتِ راشدہ ایک اچھا نظام ہے بس!اس کے علاوہ خلافتِ راشدہ کا مفہوم، تعریف، تاریخ، شرعی حکم اور اس کے عملی موقف کے بارے میں انہیں کچھ نہیں معلوم- یہ مسئلہ عوام تک محدود نہیں بلکہ بہت سارے خواص بھی اس بارے میں معلومات سے عاری نظر آتے ہیں-سوشل میڈیا پر روزانہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض جذباتی قسم کے سوشل میڈیا ورکر خلافتِ راشدہ کے عنوان کے تحت غیر شرعی مواد اور افراط وتفریط پر مبنی پوسٹیں نشر کرتے ہیں اور اپنی ان پوسٹوں کو جہاد اور اسلام کے لیے جدوجہد سمجھتے ہیں،اس لیے ہم کوشش کرتے ہیں کہ خلافت راشدہ کی تعریف اور مفہوم بیان کرنے کے ساتھ درج ذیل تین باتوں کی بھی تحقیق کرلیں:

۱-عقیدہ اور شریعت کی نگاہ سے عقیدے کی اہمیت اور شرعی حکم ۔

۲-تاریخی زاویہ نظر سے خلافت کی ابتدا اور انتہاء کی کیفیت۔

۳-کیا موجودہ عصر میں اسلامی خلافت یا اسلامی نظام کے لیے کوئی پلان ہے؟

خلافت، مفہوم اور تعریف:

سب سے پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ خلافت کا مفہوم کیا ہے اور جب بھی اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے تو اس کی مراد کیا ہوتی ہے؟

خلافت کا لفظی معنی ہے نیابت اور جانشینی۔

قرآن عظیم الشان میں یہ لفظ سب سے پہلے حضرتِ آدم علیہ السلام کے بارے میں پوری انسانیت کے لیے استعمال ہوا ہے-جب اللہ جل شانہ نے فرشتوں سے کہا: میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے جارہا ہوں -یہاں خلیفہ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور نسلِ انسانی ہے یعنی ارض کائنات کا نظام اللہ جل شانہ نے نسلِ انسانی کے حوالہ کیا ہے اور انسان اس کے چلانے میں اللہ جل جلالہ کا نائب ہے-خلیفہ کا لفظ قرآن کریم میں حضرت داود علیہ السلام کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے جو بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر اور بادشاہ تھے-اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں: اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے-

لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ بہر صورت! خلافت کا معنی جانشینی کا ہے۔اور مقصد یہ ہے کہ نسل انسانی زمین میں بالکلیہ آزاد اور خود مختار نہیں ہے بلکہ نائب ہے اور اس کے لیے تعیین کردہ دائرہ میں محدود اور مقید ہے۔

قرآنِ عظیم الشان نے یہی مفہوم ایک اور انداز میں بھی بیان فرمایا ہے۔جب حضرتِ آدم علیہ السلام اور حوا بی بی کو جنت سے زمین پر اتارا گیا تو اللہ نے اس وقت ارشاد فرمایا: تم دونوں زمین پر اتر جاؤ! ہماری طرف سے تمھیں ہدایت آئے گی۔ جس نے اس کی پیروی کی اسے کوئی غم اور فکر نہیں ہوگی اور جس نے انکار کیا وہ جہنم کی ایندھن بنے گا"۔

یہ بھی خلافت کی ایک تعبیر ہے کہ دنیا میں انسان اپنی زندگی میں مطلقاً آزاد نہیں ہے بلکہ آسمانی ہدایات کا مکلف ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ انہیں بھیجی گئی ہیں۔ اور جو وحی کی شکل میں حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہوئی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے متعدد ارشادات میں خلافت کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں یہ پورا نظام بیان ہوا ہے: کہ بنی اسرائیل میں سیاسی قیادت انبیاء کرام علیہم السلام کے ہاتھوں میں تھی۔ جب ایک نبی رحلت فرماتے تو دوسرے ان کی جگہ آجاتے۔اور میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔البتہ میرے بعد خلفاء ہونگے۔اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے خلافت سیاسی قیادت کے معنی میں استعمال فرمایا ہے اور یہ بھی واضح فرمایا ہے کہ میرے بعد سیاسی قیادت اور اقتدار خلفاء سنبھالیں گے۔

اسی کو ملحوظِ نظر رکھتے ہوئے شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی مشہور تصنیف "ازالۃ الخفاء" میں خلافت کی جو تعریف بیان فرمائی ہے اس میں خلافت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت سے تعبیر کیا ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں: خلافت اس عام اقتدار کا نام ہے جس میں معاشرہ کے اندر دینی امور کا قیام سرانجام دیا جاتا ہے۔امن قائم کیا جاتا ہے۔لوگوں تک انصاف کی فراہمی کو یقینی بنایا جاتا ہے۔اسلامی احکام کا نفاذ کیا جاتا ہے۔

جہادی فریضہ کی ادائیگی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔اس کے ساتھ ہی شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں: کہ "نیابۃً عن النبی" عام اقتدار رسول اللہ ﷺ کے نائب کی حیثیت سے ہوگا! گویا ہماری خلافت کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی قیادت، سیاست اور اقتدار کو رسول اللہ ﷺ کے نائب کے طور پر نبھایا جائے گا۔اسی بنیاد پر خلیفہ اول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ رسول اللہ کہا جاتا تھا؛ کیونکہ امیر المؤمنین کی اصطلاح بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بروئے کار لائی گئی۔

تاریخی کشمکش:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس تاریخی کشمکش پر بھی ایک طائرانہ نگاہ ڈالی جائے جو نسلِ انسانی کی ابتداء سے خلافت اور انسانی ذہنیت کی محنت سے وجود پذیر ہوئی ہے اور آج تک شد و مد سے جاری ہے۔نسلِ انسانی کی ابتداء سے لے کر آج تک انسانی معاشرہ میں جو قوانین وضوابط مقتدر رہے ہیں اس کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

۱۔ایک طرف وہ نظامہائے حیات ہیں جنھیں انسانی ذہنیت نے از خود تشکیل دیا ہے اور مختلف شکلوں میں انسانی معاشرہ کے اندر حکمرانی کی ہے۔ان میں خاندانی اور شاہی طرز حکمرانی، شخصیت کی ذاتی فتوحات، جماعتی اور قبائلی طرزِ حکمرانی بھی شامل ہیں۔اسی طرح بعض قوموں کی جانب سے خود کو اقتدار کے لیے مختص کرنا بھی اس ضمن میں آتا ہے مگر یہ سب انسانی ذہنیت کی پیداوار ہے جس میں کبھی انفرادی ذہنیت کارگر ہوتی ہے اور کبھی اجتماعی ذہنیت مؤثر ہوتی ہے۔تو کبھی قبیلہ اور طبقاتی ذہنیت کردار ادا کرتی ہے۔

ان سب مراحل سے گزر کر اب انسانی ذہن مغربی جمہوریت یا عوامی آزادی رائے کی شکل میں اپنے عروج تک پہنچ چکا ہے۔جو درج بالا مرحلہ وار نظاموں کی آخری اور ترقی یافتہ شکل ہے۔خود مغربی مفکرین کے بقول: اس کے بعد انسانی ذہنیت اس سے بہتر نظام پیش کرنے کی قدرت نہیں رکھتی۔جس کو وہ "اینڈ آف ہسٹری" سے تعبیر کرتے ہیں۔

۲۔دوسری طرف وحی الٰہی کی بنیاد پر قائم نظام ہے جس کی ابتداء حضرتِ آدم علیہ السلام سے ہوئی ہے اور حضرت محمد ﷺ پر نازل شدہ وحی کی صورت میں اس کی تکمیل ہوئی ہے۔اس کی عملی تعبیر خلافتِ راشدہ سے ہوتی ہے۔

مذکورہ دونوں نظام اپنے کمال کو پہنچ چکے ہیں۔اب دونوں کے درمیان مقابلہ

جاری ہے-یہ حتمی مرحلہ میں ہیں-ان دونوں میں سے جس کی جیت ہوگی وہ انسانی معاشرہ کا بلاشرکتِ غیرے حاکم ہوگا-یہ تاریخ کا فیصلہ ہے-تاریخ کا تسلسل ہے کوئی اسے ٹلا نہیں سکتا-ہمارا ایمان ہے کہ اس مقابلہ میں آخری جیت اسلام کی ہی ہوگی-اور خلافت کامیابی سے سرفراز ہوگی-وحی الٰہی کامرانی سے سرشار ہوگی-اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق اس مقابلے کا فائنل اسلام ہی کا ہوگا! اور ہمیں یقین ہے کہ ایسا وقت بھی ضرور آئے گا جب روئے زمین پر "لاالہ الااللہ" کہنے والوں کے علاوہ کوئی نہیں ہوگا-یہ دور بہر حال آئے گا اور حضور کا یہ فرمان پورا ہو کر رہے گا-مگر اس سے پہلے ایک طویل کشمکش اور تاریخی ٹکراؤ بھی ضرور آئے گا-اور فیصلہ کن گھڑی بھی لازمی آپہنچے گی جس سے گزرنے کے بعد ہم خلافت اور اسلامی حاکمیت کے دور میں داخل ہونگے-ان شاء اللہ

خلافت کا شرعی حکم:

خلافت کے مفہوم اور تاریخی کشمکش کے تذکرہ کے بعد اب اس کے شرعی حکم کی طرف آتے ہیں جس کو فقہائے ملت نے بڑی وضاحت کے ساتھ فرمایا ہے-بالخصوص امام ولی اللہ دھلوی نے تفصیل سے اس پر روشنی ڈالی ہے-

فقہاء نے خلافت کے قیام کو واجب قرار دیا ہے-امام ابن حجر مکی نے اپنی کتاب «الصواعق المحرقہ» میں اس کو «اھم الواجبات» سے تعبیر کیا ہے-یعنی تمام واجبات سے بڑھ کر قوی واجب-بقول ان کے: صحابہ کے ہاں اس واجب کی اتنی اہمیت تھی کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین سے بھی اس کو مقدم فرمایا اور آپ کی وفات کے بعد فوراً پہلے خلیفہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا پھر رسول اللہ ص ﷺ کی تجہیز و تکفین فرمائی-

حضرت امام شاہ ولی اللہ دھلوی نے ازالۃ الخفاء میں قیامت تک مسلمانوں کے لیے اس کو فرض کفایہ قرار دیا ہے-یعنی اگر دنیا کے کسی گوشے و کنارے میں خلافت کا وجود نہ ہو تو اس کی وجہ سے پوری دنیا کے مسلمان گناہگار ہونگے-حضرت شاہ ولی اللہ دھلوی نے شرعی خلافت کے قیام اور اس کے وجوب پر تین دلائل پیش فرمائے ہیں:

پہلی دلیل: رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کا سب سے پہلا اجماع خلافت کے بارے میں منعقد ہوگیا-اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین سے بھی پہلے خلیفہ کے انتخاب اور اسلامی حاکمیت کا فریضہ سرانجام دیا-

دوسری دلیل: حضرت شاہ صاحب رسول اللہ ﷺ کا وہ فرمان پیش فرماتے ہیں: جو بھی شخص مرا اور اس کی گردن پر بیعت کا بوجھ نہ تھا تو وہ جہالت کی موت مرا-" حضرت شاہ صاحب بیعت سے خلافت کی بیعت مراد لیتے ہیں اور ہر مسلمان کے لیے اسے ضروری قرار دیتے ہیں-

تیسری دلیل: شاہ صاحب فرماتے ہیں جو کام کسی فرض کی ادائیگی کے لیے ضروری ہو تو وہ بھی فرض بن جاتا ہے-مثلاً: وضوء بذاتِ خود فرض نہیں ہے مگر چونکہ نماز اس کے بغیر اداء نہیں ہوتی اس لیے نماز کے لیے وضوء کو بھی فرض کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے-

بالکل اسی طرح معاشرہ میں اسلامی ارکان کا قیام، جہاد کا اہتمام، عدالتی نظام کا قیام، امن کا قیام اور اسلامی علوم کے احیاء سمیت یہ سب چیزیں فرض ہیں-اور ان سب کی ادائیگی خلافت کے قیام کے بغیر کوئی امکان نہیں رکھتی؛ اس لیے خلافت انہیں مقاصد کے لیے اسی طرح فرض ہے جس طرح نماز کے لیے وضوء فرض ہے-

خلافت (اسلامی نظام) کی سیاسی اہمیت :

خلافت کی شرعی اہمیت کے ساتھ سیاسی اہمیت بھی اپنی جگہ قابل غور ہے-اور اس سلسلہ میں ایک واقعہ بہت ہی حقائق سے پردہ اٹھاتا ہے جس سے اسلامی حاکمیت کی سیاسی اہمیت آسانی سے سمجھ آسکتی ہے-جس وقت ہندوستان میں انگریزوں کا اقتدار تھا تو ان سے آزادی کے حصول کے پیشرو قائد حضرت شیخ الھند مالٹا میں قید تھے-ان کے ساتھ ان کے تلمیذ رشید شیخ الاسلام مولنا حسین احمد مدنی بھی قید میں تھے-وہاں ایک انگریز عہدیدار بھی کسی جرم کی وجہ سے زندگی کے ایام کاٹ رہا تھا-یہ وہ زمانہ تھا جب ترکی کی خلافتِ عثمانیہ پانچ صدیوں سے مسلم دنیا کی قیادت کر رہی تھی اور اس وقت آخری سانسیں لے رہی تھی-برطانیا، فرانس اور اٹلی سمیت پورا یورپ اس خلافت کو منہدم کرنے کے لیے سازشوں میں مصروف تھا-

ایک دن حضرت مدنی نے اس انگریز افسر سے پوچھا: تمھیں ایک برائے نام اور نام نہاد حکومت کے گرانے میں کیا دلچسپی ہے؟ کہ تم اس کے لیے اتنے سنجیدہ ہو؟ کیا تم خلافتِ عثمانیہ سے بھی خوف محسوس کرتے ہو؟ تو جواب میں اس انگریز نے کہا: یہ بات اتنی سادہ نہیں جتنا تمھارا خیال ہے! یہ ٹھیک ہے کہ خلافتِ عثمانیہ

اس وقت ایک کمزور حکومت ضرور ہے۔اس کا پہلے والا رعب اور دبدبہ نہیں ہے۔ مگر اس کے پاس ایک طاقت اب بھی موجود ہے۔اور جانتے ہو وہ کیا ہے؟ وہ ہے "خلافت کا لفظ" اور "امیر المؤمنین کی اصطلاح"؛ کیونکہ خلافت کے لفظ میں اتنی طاقت آج بھی موجود ہے کہ خلیفہ کی جانب سے کسی بھی کافر کے خلاف جہاد کا اعلان ہو جائے تو پوری دنیا کے مسلمان نوجوانوں میں جہادی جذبہ ایک نئی روح پھونکے گا اور ایک جذباتی کیفیت پیدا ہو گی۔ہم اس طاقت سے ڈر محسوس کرتے ہیں اور اسی کی بنیاد پر خلافت کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔چنانچہ انگریزوں نے خلافت عثمانیہ کے خلاف سازشوں کا ایک جال بچھایا اور اسے گرادیا۔

اس کے بعد مسلمانوں کا کوئی سیاسی مرکز یا اس عنوان سے کوئی نکتہ باقی نہ رہا جس کی وجہ سے دنیا بھر کے مسلمان دنیا میں وسیع انتشار اور افتراق کے شکار ہو گئے۔

خلافت (اسلامی نظام) کا تاریخی پہلو:

اسلامی خلافت کا تاریخی پہلو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تیس سال تک خلافت کا دورہ تھا۔جس کو خلافت کا بجا طور پر مثالی دور کہا جا سکتا ہے۔اس کے بعد عام خلافت شروع ہو گئی۔حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خلافتِ راشدہ تیس سال تک ہے۔کیونکہ اس کے بعد سخت حالات سے نبرد آزما لوگ باقی نہیں رہے۔اس لیے اس کے بعد عام خلافت شروع ہو گئی جس پر خلافت راشدہ کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔مگر اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ بعد کی خلافت اسلامی نہیں تھی۔بلکہ بعد کا خلافتی نظام بھی اسلامی ہوا کرتا تھا۔امت کے تمام علماء نے ہر وقت اور ہر زمانہ میں اس کو تسلیم کیا ہے۔ان میں پہلی خلافت بنو امیہ کی تھی جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے شروع ہو کر نوے سال تک قائم ودائم تھی۔

۲۔بنو امیہ کے خلیفہ "مروانِ ثانی" سے عباسی خاندان نے خلافت چھین لی۔اس کے ساتھ اموی خاندان نے اسپین کی طرف ہجرت کی اور وہاں آٹھ سو سال کے قریب علمِ خلافت بلند رکھا۔عباسی خلافت کی ابتداء سفاح سے ہوئی اور پانچ سو سال کے لگ بھگ قائم رہی۔یہاں تک کہ مستعصم باللہ کے دور میں ہلاکو خان نے بغداد کو تباہ کرنے کے بعد عباسی خلافت کی بھی دھجیاں بکھیر دی تھیں۔

اس کے بعد بنو عثمان نے خلافت کا علم بلند کیا۔وہ ترک تھے۔اللہ نے انہیں اسلام اور مسلمانوں کی سیاسی خلافت کے لیے چن لیا۔سلطان عثمان اول نے خلافت کا اعلان کیا۔اسی بنیاد پر یہ خلافت، خلافت عثمانیہ کے نام سے موسوم ہو گئی۔خلافت کا یہ دورانیہ پانچ سو سال تک پھیل گیا۔اس سلسلہ کی آخری کڑی سلطان عبد الحمید کی شخصیت تھی جنہیں 1924ء میں مصطفی کمال اتاترک کی جانب سے جلا وطن کر کے خلافت کے خاتمہ کا اعلان کر دیا گیا۔

الغرض! خلافتِ راشدہ کے تیس سالہ دورے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے عام خلافت میں تبدیل ہو گئی اور یہ سلسلہ تین مارچ 1924 تک چلتا رہا۔اس پورے دوران بھرپور اقتدار بھی حاصل رہا۔اور برے حالات بھی رونما ہوئے۔مگر اجتماعی طور پر عام خلافت کا دورانیہ مسلمانوں کے لیے عظیم غنیمت تھی۔بالخصوص بعض ادوار میں تمام تر خرابیوں کے باوجود اسی خلافت کے تیرہ سو سال میں عدالتی نظام بڑا شاندار تھا۔

تمام تر عدالتوں میں بغیر کسی خوف کے قرآن وسنت کی روشنی میں معاملات آگے بڑھائے جاتے تھے۔اسی طرح جہاد ہر دور میں جاری تھا۔جو دنیا میں مسلمانوں کے رعب اور دبدبہ کا ضامن ہے۔

اسی دوران خلافتِ راشدہ کا دار الخلافہ مدینہ منورہ اور پھر کچھ مدت کے لیے کوفہ، پھر بنو امیہ کا دار الخلافہ دمشق اور بنو عباس کا بغداد تھا۔آخر میں عثمانی سلطنت کا قسطنطنیہ کی فتح کے بعد یہی تاریخی شہر دار الحکومت بن گیا جو ۱۹۲۴ تک برقرار رہا۔

خلافت (اسلامی نظام) کے احیاء نو کی ضرورت:

اب ہم اس نکتہ کو کچھ بیان کرنا چاہیں گے کہ عصرِ حاضر میں اسلامی خلافت کی احیاء کی اہمیت کیا ہے؟ اور اس کی جد وجہد کے لیے مشعل راہ اور راہِ عمل کیا ہو گی؟ علماء نے لکھا ہے کہ خلافت کو از سر نو زندہ کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ یہ ایک اجتماعی فریضہ ہے اس کی ادائیگی کے بغیر دنیا بھر کے مسلمان گناہگار اور ایک شرعی فریضہ کے تارک ہیں۔پھر تنہا ایک فریضے کے تارک نہیں بلکہ خلافت کے ذریعہ اسلامی احکام کا نفاذ، اعلاء کلمۃ اللہ، جہاد اور قضاء کا قیام اور ان تمام فرائض جن کی ادائیگی لازمی ہے، کے بھی تارک ہیں۔

اور ان تمام فرائض کو چھوڑنے کی ذمہ داری ان پر ہی عائد ہوتی ہے۔اس کے علاوہ دنیا میں مسلمانوں کی وحدت اور مرکزیت بنانے کا واحد ذریعہ خلافت یا پھر اسلامی حاکمیت ہے۔

گزشتہ صدی کے تجربوں نے ثابت کر دیا کہ سیاسی وحدت اور سیاسی مرکزیت حاصل کیے بغیر تمامتر وسائل اور صلاحیتوں کے باوجود ایک مسئلہ کے حل کے لیے بھی کوئی واضح اور دوٹوک موقف نہیں ہوگا۔اسی وجہ سے آج اسلامی دنیا کا سب سے اہم اور اولین مسئلہ خلافت اور اسلامی حاکمیت کے قیام کی کسی ممکنہ صورت کی تلاش کا ہے۔

اسلامی خلافت کے قیام کی عملی صورت:

خلافت کے قیام کے لیے فقہائے کرام جو صورتیں ذکر فرمائی ہیں وہ کل ملا کر پانچ بنتی ہیں:

۱۔عامۃ المسلمین کی رائے پر کسی شخص کا انتخاب کرنا، جس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہوا۔

۲۔دوسرا یہ کہ خلیفہ وقت کسی اہل فرد کا اپنے بعد کے لیے جانشینی کے لیے انتخاب کرے جس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا تھا۔

۳۔خلیفہ وقت ایک خصوصی کمیٹی تشکیل دے کہ وہ خلیفہ کا انتخاب کرے۔ جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتخاب کے لیے تشکیل دی گئی تھی۔

۴۔شوریٰ کی جانب سے کسی ایک شخصیت کا بحیثیتِ خلیفہ انتخاب ہو جائے جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا گیا تھا۔

۵۔یا پھر یہ کہ ایک اہل شخص تدبیر وتدبر کو بروئے کار لاتے ہوئے قوت وطاقت کے ساتھ خلافت پر قبضہ کرلے اور امت کی جانب سے اسے پذیرائی ملے جس طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ کی خلافت پر ایک اجماع پیدا ہو گیا۔

ایک قابل غور نکتہ:

اخیر میں ہم ایک اہم نکتہ کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں۔وہ یہ کہ 1924ء تک خلافت کے سلسلہ کو تسلیم کرتے ہوئے بھی ہمیں خلافت کے قیام کے لیے معیار صرف اور صرف خلافت راشدہ کو بنانا چاہیے۔کیونکہ اس کے بعد کے خلافتی نظاموں میں رہنمائی کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔اور نہ جمہوریت کا آمنے سامنے مقابلہ ہم خلافت راشدہ کے بغیر کر سکتے ہیں۔حکومت کی ساخت میں عام آدمی کا حصہ، حاکم وقت پر تنقید، آزادیٔ رائے اور خلیفہ وقت سے اپنے حق کے برملا مطالبہ کے جو معیار خلافتِ راشدہ میں ملتے ہیں وہ بعد کے ادوار میں نہیں ملتے۔اور یہ وہ معیارات ہیں جن کے پیش کرنے سے ہی ہم آج مغربی جمہوریت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔خصوصی طور پر دو جگہوں پر خلافتِ راشدہ کے طرز العمل کا احیاء بہت ضروری ہے:

ایک یہ کہ حکومت کی تشکیل اور خلیفہ کے انتخاب میں عام آدمی کی رای بڑی اہمیت رکھتی ہے۔جس طرح بخاری شریف کی ایک روایت میں تصریح ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: خبردار! لوگوں کے مشورے کے بغیر کسی خلیفہ سے بیعت کا نام نہیں لینا۔جس نے بھی کچھ ایسا کیا اس کی باتوں میں نہ آنا!

اور دوسری یہ کہ حکومت اور نظام کے امور میں لوگوں سے مشاورت جس کا اہتمام خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول اور سنت جاریہ یہ تھی کہ عام معاملات تک میں بھی مشاورت فرماتے تھے۔بدر، احد اور احزاب کی غزوات کے بارے میں احادیث اس بات کے شاہدِ حال ہیں۔یہاں تک کہ غزوہ حنین کے موقع پر قیدیوں کی رہائی کے بارے میں مشاورت کے وقت لوگوں کی بڑی تعداد کی وجہ سے لوگوں کے نمائندوں کی رای کی بنیاد پر فیصلہ کیا تھا۔

الغرض! موجودہ حالات میں جب ہم سیاسی نظام کے قیام کے لیے بحث ومباحثہ کریں گے تو خلافتِ راشدہ کو معیار اور مشعل راہ بنانا ناگزیر ہے۔اس طرح کرنے سے ہی ہم جمہوریت کا مقابلہ کر سکیں گے۔ساتھ ہی ہم دنیا کو ایک بہترین نظام دے سکیں گے اور وقت کے تمام چیلنجز کا مقابلہ درست سمت پر کر سکیں گے۔

آخر میں اللہ رب العزت سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں توفیق بخشے کہ ہم ملک وملت میں حقیقی امن کے قیام اور اسلامی نظام کا نفاذ کر سکے اور اس نظام سے اجتناب کی توفیق عطاء فرمائے جو قرآن وسنت اور خلافتِ راشدہ سے متصادم ہو۔امین یاالہ العالمین۔

ایوان صدر کی جنگ طلب پالیسی

ہارون بلخی

امریکا نے مغربی ممالک کے تعاون سے افغانستان پر حملہ کیا۔ افغان عوام نے طالبان کی قیادت میں جہاد کا آغاز کیا۔ افغان قوم نے تقریباً 18 سال تک مغربی دشمن سے پنجہ آزمائی کی۔ اسلامی نظام کے نفاذ اور ملک کی آزادی تک جنگ سے تھک جانے یا کسی قسم کی کمزوری اور کوتاہی کا اظہار تک نہیں کیا۔ اٹھارہ سال بعد امریکا نے افغان تنازعہ کو جنگ کی بجائے بات چیت کے ذریعے حل کرنے پر زور دیا۔ طالبان مان گئے۔ قطری دارالحکومت دوحہ میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کا افتتاح کیا گیا۔ اس وقت کابل انتظامیہ کے سربراہ حامد کرزئی نے مخالفت کی۔ مذاکرات کا عمل موقوف ہوا۔ اوباما کی حکومت ختم ہوئی اور ڈونلڈ ٹرمپ برسراقتدار آئے، انہوں نے ابتداء میں جذبات سے کام لیا، لیکن بعد میں جوش کو ہوش سے بدل دیا اور زلمے خلیل زاد کو امارت اسلامیہ سے مذاکرات کے لیے خصوصی ایلچی مقرر کیا۔ مذاکرات شروع ہوئے اور آخر کار امارت اسلامیہ اور امریکا کے درمیان طویل مدت کے بعد دوحہ معاہدہ طے پایا، جس کی رو سے امریکا مئی 2021ء تک افغانستان سے تمام افواج کے انخلا کو یقینی بنائے گا اور طالبان کسی کو افغان سرزمین امریکا اور اس کے اتحادی ممالک کے خلاف استعمال ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اسی طرح مذاکرات میں اس پر فیصلہ کیا گیا کہ کابل انتظامیہ کی زیر نگرانی امریکی جیلوں میں بند پانچ ہزار طالبان قیدی اور طالبان کے حراستی مراکز میں موجودہ ایک ہزار کابل انتظامیہ کی سیکورٹی اہلکاروں کو رہا کیا جائے گا، یہ عمل بھی مکمل ہوا۔ اب افغانوں کے باہمی مذاکرات (بین الافغان مذاکرات) کا مسئلہ رہا۔ اس سلسلے میں طالبان نے دوٹوک الفاظ میں کابل انتظامیہ کے عہدیداروں سے حکومتی وفد کے طور پر مذاکرات کرنے سے انکار کر دیا، کیوں کہ طالبان کے ہاں افغان حکومت کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اس لیے امارت اسلامیہ نے امریکہ سے بات چیت کرنے کو ترجیح دی۔ کابل سے آنے والے وفد کی قیادت معصوم ستانکزئی اور طالبان مذاکراتی ٹیم کے سربراہ شیخ الحدیث مولوی عبدالحکیم حقانی ہیں۔

قطر کی دارالحکومت دوحہ میں 12 ستمبر 2020ء کو طالبان اور کابل سے آنے والے وفد کے درمیان مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوا۔ قطر میں باوثوق ذرائع کا کہنا ہے کہ کابل سے آنے والے وفد کے اراکین آپس میں یک زبان اور متحد نہیں ہیں، مختلف قسم کے بہانے کرتے رہتے ہیں، بیرونی ممالک کے نمائندوں سے براہ راست مشورے لیتے ہیں، ان کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ کبھی جنگ بندی، کبھی حقوق نسواں، کبھی 18 سالہ مغربی جمہوریت کا دفاع، نیز خوئے بد را بہانہ بسیار کے مصداق، مختلف طریقوں سے اصولوں کی بار بار خلاف ورزیاں کررہے ہیں۔

دوسری جانب کابل انتظامیہ کے ادارے قومی سلامتی کونسل کے مشیر حمداللہ محب نے بی بی سی انگریزی سروس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ امن عمل کیساتھ جنگ بھی جاری رہیگی۔ ان کے مطابق طالبان کی شدید سرکوبی لازمی ہے اس کے بغیر مذاکرات کی میز پر نہیں آتے۔ طالبان کو ہمارے فوجیوں کی جنگی مہارتوں پر یقین نہیں ہے اور ان کا خیال ہے کہ ہماری فوج بیرونی ممالک کی فضائیہ کے بل بوتے پر حملے کررہے ہیں۔ انہوں نے جنگ کے دوام پر اصرار کیا۔ اس حال میں کہ طالبان اور کابل سے آنے والے مذاکراتی ٹیموں کے درمیان قطر میں نشستیں ہورہی ہیں اور کابل انتظامیہ بار بار طالبان پر الزام لگارہی ہے کہ طالبان جنگ بندی نہیں چاہتے۔ انہوں نے مزید کہا کہ امن کی کوششیں اور لڑائی ساتھ ساتھ جاری رہیگی، کیوں کہ جب تک طالبان

میدان جنگ میں شکست سے دوچار نہ ہو جائیں، اس وقت تک امن عمل کا مرحلہ مکمل نہیں ہو سکتا۔

کابل انتظامیہ کے کرائے کے قاتلوں اور نیویارک وواشنگٹن کے محافظوں (سپیشل فورس، کمانڈو، ضربتی، صفریک، صفر دو، صفر سہ وغیرہ) نے حال ہی میں ملک کے طول وعرض میں وحشت ناک کارروائیوں اور چھاپوں میں تیزی لائی ہے۔ان افراد کے گھروں پر رات کے وقت چھاپے مار رہے ہیں، جو ابھی ابھی بگرام، پل چرخی اور ملک کے دیگر جیلوں سے رہا ہو چکے ہیں۔اسی سلسلے میں پروان، فراہ، خوست، کابل، بلخ وغیرہ صوبوں میں متعدد رہائی پانے والے قیدیوں کو مہمانوں اور اہل خانہ کے ہمراہ شہید کیا جا چکا ہے۔اس پر اکتفا نہیں کرتے ہیں، بلکہ دینی مراکز، مدارس، مساجد اور اسکولوں کو بھی کٹھ پتلی فضائیہ مسلسل طور پر نشانہ بنا رہے ہیں۔چند روز قبل صوبہ تخار کے صدر مقام طالقان شہر کے قرلوق کے علاقے میں مسجد پر وحشی انتظامیہ نے اس حال میں شدید بمباری کی، جب بچے وہاں قرآن کریم پڑھ رہے تھے۔جس میں 12 بچے شہید اور مسجد کے امام سمیت 18 زخمی ہوئے۔اس المیہ کی عالمی اور ملکی میڈیا نے کوریج کی اور اسے مسجد پر حملہ قرار دیا، بچوں کی شہادت اور زخمیوں کی اطلاع دی، لیکن کابل انتظامیہ کے نائب سربراہ امراللہ صالح نے نہایت بے شرمی اور سفاکیت سے بچوں کو طالبان لیزر گن یونٹ قرار دیا۔میڈیا کی بار بار رپورٹنگ، عینی شاہدین، شہداء اور زخمیوں کے لواحقین کی گفتگو پر مبنی رپورٹیں شائع ہوئیں، مگر امراللہ صالح اپنی بات پر ڈٹے رہے اور ان صحافیوں کی گرفتاری کا حکم جاری کیا، جنہوں نے ان کی جھوٹ کا پردہ چاک کیا۔اور انہیں ایک جھوٹے سربراہ کے طور پر متعارف کروایا۔

کابل انتظامیہ کے عہدیدار اپنی حکومت بچانے کے لیے مختلف ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں۔ملک میں اقلیتوں کے مذہبی اور تعلیمی مراکز کو نشانہ بنا رہے ہیں، جس کے بعد خارجی گروہ داعش اس کی ذمہ داری لیتی ہے۔طالبان نے ملک بھر میں داعش کا صفایا کر دیا۔کچھ فراری شریر عناصر نے کابل انتظامیہ کی گود میں پناہ لے رکھی ہے، جنہیں وقتاً فوقتاً آلہ کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔حال ہی میں کابل میں کوثر نامی تعلیمی مرکز پر حملہ کیا گیا، جس میں ہزارہ کمیونٹی کے درجنوں افراد ہلاک وزخمی ہوئے۔اس حملے کی ذمہ داری داعش نے قبول کر لی۔کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی، امراللہ صالح، سرور دانش وغیرہ اپنی پانچ سالہ مدت پوری کرنے کے لیے ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرنے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔حال ہی میں قطری دارالحکومت دوحہ میں طالبان اور کابل سے جانے والے وفد کے درمیان مذاکرات جاری ہیں۔فریقین بحث ومباحثہ میں مصروف ہیں۔لیکن کابل وفد کے 4 ارکان دوحہ سے فرار ہونے میں کامیاب ہوئے ہیں۔امید ہے کہ کابل انتظامیہ کے شریر حکام جنگ طلب پالیسی کو ترک کریں۔اپنی قوم اور ملک کے تحفظ کی خاطر صدق دل سے مذاکرات کے دور کو آگے بڑھانے میں اپنا موثر کردار ادا کریں۔اس وقت افغانوں کو آرام وسکون کی زندگی کی ضرورت ہے۔چالیس سال قوم وملک جنگ کی خوفناک حالت میں رہے۔کسی کی جان ومال محفوظ نہ تھی۔بیرونی غاصب ملک بھر میں پھیلے ہوئے تھے۔اللہ تعالی کی نصرت اور افغان قوم کی جہاد کی برکت سے بیرونی حملہ آور ملک چھوڑنے کی حالت میں ہیں اور ان کا انخلا جاری ہے، لیکن اقتدار کے لالچی افغانوں کے خون بہانے پر ڈٹے ہوئے۔ان لالچی لوگوں کو ملک وقوم، دین ومذہب وغیرہ سے زیادہ اپنا اقتدار اور ذاتی مفادات عزیز ہیں۔

طالبان ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں۔چند روز قبل مذاکراتی ٹیم کے رکن سہیل شاہین نے جنگ بندی کے حوالے سے کہا کہ جنگ بندی سے پہلے وہ عوامل ختم کرنے ہوں گے، جس کی وجہ سے یہ جنگ جاری ہے۔ان کے مطابق ہم جنگ بندی چاہتے ہیں، مگر جنگ بندی کا اپنا مقام ہے، یہاں افغانستان کے نظام کے حوالے سے بہت سے مسائل ہیں، جن پر بحث ہو گی۔جب ایسا نظام قائم ہو گا، جو سبھی کے لیے قابل قبول ہو گا، تب ہی جنگ ختم ہو گی۔انہوں نے امید ظاہر کی کہ بات چیت کے ذریعے ہی یہی مسائل حل ہونگے۔

دوحہ معاہدہ اور ایک غلط فہمی

حبیب مجاہد

کابل انتظامیہ کی طرف سے جاری کردہ ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ انہیں یقین ہے کہ طالبان کے اب بھی دوسرے اسلامی گروہوں سے تعلقات ہیں اور یہ دوحہ معاہدے کی خلاف ورزی ہے۔ طالبان اس معاہدے پر عمل درآمد نہیں کر رہے۔

یہ صرف اشرف غنی اور کابل انتظامیہ کے دوسرے اعلی حکام کا دعوی نہیں ہے جنہوں نے دوحہ معاہدے کو صحیح طور پر نہیں پڑھا ہے یا سمجھنے کی کوشش نہیں کی ہے، بلکہ بہت سارے ذرائع ابلاغ اور صحافیوں کا بھی یہ خیال ہے کہ طالبان نے دوحہ معاہدے میں افغانستان سے باہر اسلامی جماعتوں کے ساتھ تعلقات منقطع کرنے کا عہد کیا ہے۔

لیکن اگر آپ دوحہ معاہدے کے متن پر غور کریں تو معاہدے کا دوسرا حصہ امریکہ کو افغانستان سے خطرہ پیش نہ ہونے کے بارے میں ہے۔ اس حصے کی پانچ شقیں ہیں، جن میں طالبان نے صرف یہ عہد کیا ہے کہ افغانستان امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے لئے خطرہ نہیں بنے گا۔ اس میں دوسرے گروپوں سے تعلقات منقطع کرنے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے اور نہ ہی طالبان نے اس قسم کا کوئی وعدہ کیا ہے۔

طالبان روز اول سے یہ کہتے چلے آرہے ہیں کہ ان کے اہداف افغانستان کی حدود تک ہی محدود ہیں اور ان کا کوئی ارادہ نہیں ہے کہ وہ دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کریں یا کسی کو نقصان پہنچائیں، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کا باقی دنیا میں کسی بھی اسلامی جماعت کے ساتھ تعلق یا ہمدردی نہیں ہوگی۔ ماضی میں بھی طالبان نے مصر، فلسطین اور دنیا کے دیگر حصوں میں اسلام پسند تحریکوں کی حمایت میں اعلامیے جاری کیے ہیں اور ان کے ساتھ اپنی اسلامی اخوت اور ہمدردی کا اظہار کیا ہے، آئندہ بھی ان کی اسلامی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی تحریکوں کے ساتھ عقیدے کا رشتہ برقرار رکھیں۔

اسلامی اخوت کو فروغ دینا ہمارے عقیدے کا تقاضا ہے اور اس رشتہ کو کبھی بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا جس طرح طالبان نے اس سلسلے میں کوئی عہد نہیں کیا ہے، اسی طرح ان کے مخالفین کو بھی ان سے اس کی توقع نہیں کرنی چاہئے، اور نہ ہی طالبان پر یہ الزام عائد کرنا چاہئے کہ انہوں نے دوسری اسلامی جماعتوں کے ساتھ تعلقات منقطع نہیں کیے ہیں۔

نیز اگر طالبان کبھی بڑے شہروں پر حملے کرتے ہیں، جیسے ہلمند کے صوبائی دارالحکومت لشکر گاہ کے قریب آپریشن کیا، تو کچھ لوگ طالبان پر معاہدے کی خلاف ورزی کا الزام عائد کرتے ہیں، حالانکہ معاہدے میں طالبان نے بڑے شہروں میں آپریشن نہ کرنے کا کوئی عہد نہیں کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ طالبان اپنے مذہبی اور اخلاقی اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے معاہدے پر عمل درآمد کے لئے پرعزم ہیں اور جو وعدہ کیا ہے اس پر سختی سے عمل پیرا ہیں لیکن جس طرح فریق مخالف بار بار معاہدے کی خلاف ورزی کرتا ہے اسی طرح وہ طالبان پر بھی معاہدے کی خلاف ورزی کا جھوٹا الزام عائد کرتا ہے جس میں کوئی صداقت نہیں ہے۔

قوم اور تاریخ کا فخر جلال الدین حقانی رحمہ اللہ

حسن زوی

دو سال قبل امارت اسلامیہ اور مولوی جلال الدین حقانی کے اہل خانہ نے اعلان کیا کہ مولوی جلال الدین حقانی صاحب انتقال کر گئے۔ اعلامیہ میں یہ وضاحت کی گئی تھی کہ وہ علالت کے بعد خالق حقیقی سے جاملے، وہ دشمن کے ساتھ براہ راست جھڑپ میں یا فضائی حملہ میں شہید نہیں ہوئے۔

جی ہاں! چار عشروں سے دشمن کے خلاف بہادری سے لڑنے والے مرد مجاہد جام شہادت نوش کرنے کی تمنا دل میں لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرح بستر پر داعی حق کو لبیک کہہ گئے۔

تاہم، انہیں جہاد کے دونوں ادوار میں خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑا، مگر اللہ کی حکمت تھی کہ انہیں دشمن کی جانب سے شہید یا گرفتار کرنے سے بچایا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی پوری زندگی اسلام کی بالادستی، دفاع اور حکمرانی کے لئے دشمن کے خلاف مسلح جہاد میں صرف کی، وہ اسلام کی پہلی صف کے سب سے بڑے فاتحین میں سے تھے۔ انہوں نے بہت سارے غزوات میں مسلمانوں کی قیادت کی اور جہاد میں اس قدر بہادر تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سیف اللہ کا لقب دیا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ جب بستر علالت پر تھے تو آپ نے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا۔ "میں نے ان گنت جنگوں میں حصہ لیا۔ کئی بار اپنے آپ کو ایسے خطروں میں ڈالا کہ جان بچانا مشکل نظر آتا تھا لیکن شہادت کی تمنا پوری نہ ہوئی۔

میرے جسم پر کوئی ایسی جگہ نہیں کہ جہاں تلوار، تیر یا نیزے کے زخم کا نشان نہ ہو۔ لیکن افسوس! موت نے مجھے بستر پر آدبوچا۔ میدان کار زار میں شہادت نصیب نہ ہوئی۔"

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں "سیف اللہ" یعنی "اللہ کی تلوار" کا لقب دیا تھا اور اگر وہ کسی کافر کے ہاتھ سے مارے جاتے تو اس کا مطلب تھا کہ ایک دشمن خدا نے اللہ کی تلوار کو توڑ ڈالا جو ناممکن تھا، لہذا وہ اپنے بستر پر ہی وفات پا گئے۔ انہوں نے وفات کے وقت قیامت تک آنے والے امت مسلمہ کے نوجوانوں کو پیغام دیا کہ موت اپنی تاریخ پر آتی ہے، اگر میدان جنگ میں موت ہوتی تو اب وہ اپنے بستر پر نہ مرتے۔

کمیونسٹوں کی بغاوت کے بعد علمائے کرام نے افغانستان میں جہاد کا فتویٰ جاری کیا اور ملک بھر میں جہاد شروع ہوا، حقانی صاحب نے کمیونسٹوں اور سوویت یونین کے خلاف جہاد کے ابتدائی ایام میں دینی مدرسہ میں درس وتدریس کی خدمات سے جہاد کے عملی میدان میں قدم رکھا۔ انہوں نے کمیونسٹوں اور روسی افواج کی جارحیت کے خلاف جس بہادری، شجاعت اور کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا اور سوویت یونین کے خلاف افغان عوام کے عظیم جہاد میں انہوں نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی، اور عالمی سطح پر ایک عظیم شخصیت بن کر سامنے آئے، اور ان کا نام پوری دنیا میں مشہور ہوا۔

پھر امریکہ اور نیٹو کی جارحیت کے خلاف امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی سربراہی میں پہلے ہی دن سے جہاد شروع کیا اور پورے اخلاص، شجاعت، بہادری اور کامیاب حکمت عملی کی وجہ سے ایک بار پھر انہوں نے بین الاقوامی سطح پر شہرت پائی اور دنیا بھر کے مسلمانوں میں مقبولیت حاصل کی۔

انہوں نے امارت اسلامیہ کی سربراہی میں جاری جہاد کے ایک اہم حصے کے طور پر دشمن کے خلاف مزاحمت کی لیکن ان کی فتوحات اتنی موثر ثابت ہوئیں کہ قابض دشمن نے انہیں حقانی نیٹ ورک کے نام سے امارت اسلامیہ سے الگ ایک آزاد گروپ قرار دیا۔ اور حقانی نیٹ ورک کا یہ نام خوف کا استعارہ بن گیا۔

چنانچہ حقانی صاحب نے ان دونوں قابض سپر پاوروں کے خلاف جنگ لڑی اور جہاد میں شہادت کی تمنا سے 4 دہائیاں گزاریں، لیکن وہ اپنے وقت کے

سیف من سیوف اللہ تھے، اس لئے دشمن کوششوں کے باوجود انہیں گرفتار کرسکے اور نہ ہی شہید کرنے میں کامیاب ہوسکے۔انہوں نے بھی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرح بستر علالت پر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت طلب کرنے والے فوت شدگان کو اللہ کی جانب سے شہادت کا مقام عطا کرنے کی خوشخبری سنائی ہے۔ ہمیں امید ہے، کہ اللہ تعالیٰ حقانی صاحب کو شہادت کا بلند مرتبہ عطا فرمائیں گے۔

ایسا نہیں ہے کہ حقانی صاحب پورے افغانستان میں واحد اچھے مسلمان، اچھے مجاہد، اچھے کمانڈر اور اچھے جہادی رہنما تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سوویت یونین اور امریکی جارحیت کے خلاف جہاد کے دونوں ادوار میں بہت سارے اچھے مسلمان، مجاہدین، باصلاحیت اور بہادر جہادی رہنما نمودار ہوئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے جن خصوصیات سے حقانی صاحب کو نوازا تھا اور انہوں نے جو کارنامے انجام دیئے، وہ خصوصیت کسی اور کو حاصل نہیں تھی۔

افغانستان میں جب جہاد کا آغاز ہوا تو اس وقت وہ جوان تھے، لیکن جوانی کے ان دنوں میں وہ ایک پرعزم رہنما کے طور پر ابھرے اور اپنے مذہب، قوم اور سرزمین کا دفاع کیا، انہوں نے ایک بہت بڑے مدرسے میں درس وتدریس کی خدمت سے زیادہ اسلام اور وطن کے دفاع کی خدمات کو ترجیح دی اور اسی جذبے سے انہوں نے قابض جارحیت پسندوں کے خلاف جہاد کا علم بلند کیا۔

کچھ سال پہلے میں ہمدرد صاحب کے ہمراہ دارالعلوم حقانیہ میں استاد، ادیب اور کالم نگار مولوی عبداللہ فانی سے ملاقات کے لئے گیا تھا، فانی صاحب کے والد محترم مولانا عبدالحلیم زروبوی اپنے وقت کے جید عالم دین تھے، وہ واحد شخص تھے جنہیں دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے صدر مدرس کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، احادیث کی مشہور کتاب مسلم شریف جس انداز سے وہ پڑھاتے تھے، اس وجہ سے انہوں نے پورے ملک میں شہرت حاصل کی تھی، اسی لئے امت مسلمہ کے قابل فخر عالم اور مدبر مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے عظیم درسگاہ جامعہ بنوری ٹاؤن میں مسلم شریف پڑھانے کی دعوت دی اور انہیں پرکشش تنخواہ کی پیش کش کی، لیکن انہوں نے دعوت قبول کرنے سے معذرت کرتے ہوئے انہیں خط لکھا کہ میں اسلامی علوم کا ایک ادنی سا خادم ہوں، میں نے اپنی زندگی اسی خدمت کے لئے وقف کر دی ہے، مجھے افسوس ہے کہ آپ نے زیادہ تنخواہ دینے کی بات کی ہے اور یہ خیال کیا ہے کہ شاید میں مادیت پرست ہوں۔

فانی صاحب بھی دارالعلوم حقانیہ کے مشہور اساتذہ میں سے ایک تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت بلند استعداد دی تھی۔ وہ پشتو زبان کے بہت اچھے شاعر تھے اور اس کے علاوہ ان کی عربی، فارسی اور اردو ادب میں بہت گہری دلچسپی اور مہارت تھی۔ ہمدرد صاحب اور فانی صاحب کے درمیان بہت گہری دوستی تھی اس لئے یہ ملاقات بھی بہت طویل رہی۔انہوں نے بہت دلچسپ گپ اور عجیب واقعات بیان کئے، میں ان کی علمی گفتگو سے بہت مستفید ہوا، اس دوران حقانی صاحب کا تذکرہ بھی بیچ میں ہوا، فانی صاحب کا مزاج یہ تھا کہ وہ کسی کی زیادہ تعریف نہیں کرتے تھے لیکن جب حقانی صاحب کا تذکرہ شروع ہوا تو انہوں نے ان کی بہت تعریف کی۔اور کہا کہ وہ میرے استاد تھے، وہ اپنی صلاحیتوں کے سبب طالب علمی کے دوران بااستعداد طالب علم کے نام سے مشہور تھے اور اسی وجہ سے حضرت مولانا عبدالحق صاحب ان سے بہت محبت کرتے تھے اور علوم سے فراغت کے بعد انہوں نے انہیں اپنے مدرسہ میں مدرس مقرر کیا۔

تقسیم ہند کے بعد دارالعلوم دیوبند کے بعد اس کا نعم البدل سمجھے جانے والے جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے قلیل عرصے میں علم کے میدان میں بہت بڑی پیشرفت کی۔ علماء کرام نے اس کو دیوبند ثانی قرار دیا، حقانی صاحب نے اسی مدرسہ سے سند فراغت حاصل کی اور اسی مدرسہ میں مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے کہنے پر درس وتدریس کا آغاز کیا جو ان کے لئے بہت بڑا اعزاز اور اعلیٰ علمی صلاحیت کی علامت ہے۔

فانی صاحب نے کہا کہ حقانی صاحب شاید ایک سال تک حقانیہ میں مدرس رہے اور اس کے بعد افغانستان میں انقلاب کے بعد جہاد شروع ہوا، حقانی صاحب کو جب اطلاع ملی تو وہ اپنے استاد مولانا عبدالحق کے پاس گئے اور انہیں بتایا کہ ہمارے ملک میں جہاد شروع ہوا ہے، اب میں اپنی تدریسی خدمات مزید جاری نہیں رکھ سکتا، مجھے جانے کی اجازت دیں۔ مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ نے جانے کی اجازت دی۔ تدریس کی نسبتاً آسان خدمات سے وہ جہاد کے مشقت بھرے محاذ پر چلے گئے اور جب ایک بار اس میدان کا انتخاب کیا تو پھر واپس نہیں

آئے اور اپنی موت تک یہ مقدس فریضہ نبھایا۔ جو بلند عزم، اپنے دین سے وفاداری اور اپنی قوم اور ملک سے محبت کی نشانی ہے۔

حقانی صاحب نے اپنی تعلیم جہاد کے لئے قربان کردی لیکن علم سے اپنا تعلق ترک نہیں کیا۔ جہاد کے ساتھ ساتھ انہوں نے علوم اور فنون کا مطالعہ بھی جاری رکھا، جس کی بدولت ان کی جہادی زندگی شرعی اصولوں کے مطابق تھی۔

میں نے ہندوستانی علماء کی تصوف پر کتب دیکھی ہیں اور ان کے اصلاحی خطبے سنے ہیں لیکن میں نے اپنے ملک میں تصوف کو صرف ذکر کی صورت میں دیکھا ہے۔ میں نے تصوف کے بارے میں اچھی کتاب کبھی نہیں دیکھی۔ جو کتابیں میری نظر سے گزری تھیں ان میں تصوف سے زیادہ تشدد اور افراط کے فتوے شامل تھے۔

میرا خیال تھا کہ افغانستان میں سوائے چند مشہور صوفی علمائے کرام کے عام طور پر علماء کرام کو تصوف کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہوں گی اور عام لوگوں کو بھی صرف اتنا ہی معلوم ہوگا کہ تصوف ذکر و اذکار کا باعث ہے، اس کے علاوہ لوگ تصوف کے بارے میں مطالعہ نہیں کرتے ہیں، لیکن جب میں نے مفتی حبیب اللہ صاحب کے مدرسہ قاسمیہ میں تصوف کے موضوع پر صدیقی صاحب نامی افغانستان کے ایک عالم دین کی تقریر سنی تو مجھے احساس ہوا کہ میری رائے غلط تھی، افغانستان کے علماء تصوف کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور تصوف کے بارے میں حقیقت بھی جانتے ہیں۔

اسی طرح میرا خیال تھا کہ روسی جارحیت کے خلاف جہاد کے دوران جن کمانڈروں میں علماء کرام شامل ہیں وہ سب کچھ بھول گئے ہوں گے، ان میں سے کوئی ایسا عالم نہیں ہوگا جس کی علمی استعداد برقرار ہو، لیکن جب ایک بار پشاور کے جامعہ امداد العلوم میں حقانی صاحب کی عالمانہ تقریر سنی تو مجھے اندازہ ہوا کہ علماء کرام اور کمانڈروں میں اعلیٰ علمی صلاحیتوں والے لوگ موجود ہیں، جنھوں نے جہاد کے دوران بھی علم کا مطالعہ جاری رکھا اور اپنا علمی سرمایہ محفوظ کیا ہے۔

اس مدرسے میں ختم بخاری شریف کی تقریب تھی جس میں شیخ الحدیث مولانا حسن جان شہید رحمہ اللہ سمیت دیگر بڑے علماء کرام موجود تھے، حقانی صاحب جہاد کے واقعات، مجاہدین کی فتوحات اور دشمن کے مظالم پر بھی خطاب کر سکتے تھے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ علم کی فضیلت، حیثیت، ضرورت اور علم کے تقاضوں، معاشرے میں علماء کرام کے کردار اور علم پر عمل کرنے کی ضرورت کے بارے میں اتنا طویل اور جامع بیان کیا کہ وہاں پر موجود تمام شیوخ کو حیرت ہوئی۔

اگرچہ انہوں نے مدرسہ میں درس و تدریس کے بجائے میدان کارزار کا انتخاب کیا تھا لیکن انہوں نے سنگلاخ پہاڑوں میں جہاد کے دوران بھی دینی علوم کا مطالعہ ترک نہیں کیا، بلکہ ان کا فارغ اوقات میں بہترین مشغلہ مطالعہ تھا، دینی کتابیں ہر وقت ان کے پاس ہوتی تھیں، ان کے دل میں علم کو اتنا بڑا مقام حاصل تھا کہ جہادی خدمات کے علاوہ انہوں نے بڑے پیمانے پر دینی علوم کی خدمت بھی جاری رکھی اور اسی مقصد کے لئے انہوں نے میران شاہ میں منبع العلوم کے نام سے ایک بہت بڑا دینی مدرسہ قائم کیا تھا جس میں مشہور عالم مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب اور شیخ مولانا عبد الحق کوہستانی رحمہما اللہ جیسے بلند پایہ علماء پڑھاتے تھے اور اکثر اس میں طلبہ کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہوتی تھی۔

حقانی صاحب ابلاغ اور میڈیا کی اہمیت اور ضرورت سے بھی بخوبی واقف تھے اور اپنے رہنما مولوی محمد یونس خالص کی طرح ایک اچھے ادبی شخص تھے، اس لئے وہ اپنا مستقل اخبار اور رسالہ شائع کرتے تھے اور اسی زمانے میں وہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کے لئے جہادی کارروائیوں کے مناظر کی فلم بندی کرتے اور پھر ان کی اشاعت کرتے تھے۔

اگرچہ انہوں نے سوویت یونین کے خلاف جہاد میں عالمی شہرت حاصل کی تھی اور جب جب عرب مسلمان ان کی ہمت، اخلاص اور تقویٰ سے آگاہ ہوئے تو انہوں نے عملی جہاد کے لئے ان کی سرپرستی میں جوق در جوق عرب مجاہدین بھیجنے اور مالی تعاون کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا، لیکن وہ کبھی بھی تکبر کا شکار نہیں ہوئے بلکہ مولوی محمد یونس خالص صاحب کو اپنا جہادی رہنما تسلیم کرتے تھے اور ان کے وفادار رہے اور علیحدہ گروپ نہیں بنایا جو ان کی بھی صداقت اور وفاداری کی واضح دلیل ہے۔

پھر طالبان کی اسلامی تحریک کے عروج اور فتوحات کے دوران بھی حقانی صاحب نے اپنی عظمت پر فخر کا اظہار نہیں کیا بلکہ اپنا مقام حق پر قربان کر دیا، اور

جب ایک بار ملا محمد عمر مجاہد سے بیعت کی تو آخر تک وہ اس پر ثابت قدم رہے، انہوں نے شریعت کے تقاضوں کے مطابق ان کی مکمل اطاعت کی اور ان کے مشن پر کاربند رہے۔

بیعت کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا، بیعت کو برقرار رکھنے سے بڑی مشکلات اور خطرات وابستہ تھے۔ روایتی ہتھیاروں اور پرانے وسائل سے دنیا کی واحد سپر پاور امریکہ کا مقابلہ کرنا کوئی معمولی کارنامہ نہیں تھا، اس جنگ میں دشمن کی جانب سے ہر وقت مارنے اور گرفتار کرنے کا خوف تھا، اس لئے انہوں نے نقل و حرکت کو خفیہ رکھتے ہوئے دشمن کے خلاف جہاد کیا۔ انہوں نے بیعت توڑنے اور دشمن کے خلاف جہاد ترک کرنے کی صورت میں سب سے بڑی پیش کش ٹکرا دی اور وفاداری کی اعلی مثال قائم کردی۔

حقانی صاحب کے عزم کو سلام پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنا مشن نہیں چھوڑا اور استقامت کے ساتھ جہاد کا سلسلہ جاری رکھا جس پر قوم اور تاریخ ناز کرے گی۔

دشمن نے حقانی صاحب کی منظم منصوبہ بندی اور ہلاکت خیز حملوں کو دیکھ کر حقانی نیٹ ورک کے نام سے ان کو امارت اسلامیہ سے الگ گروپ قرار دیا لیکن حقانی صاحب نے کبھی بھی امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے ساتھ بیعت کی وجہ سے غداری نہیں کی، بلکہ ایک عام مجاہد کی طرح ان کی ہدایات کی فرمانبرداری کی اور ان کی وفات کے بعد بلاتردد نئے امیر المومنین ملا اختر محمد منصور شہید رحمہ اللہ کے ساتھ اور ان کی شہادت کے فورا بعد شیخ الحدیث مولوی ھبت اللہ اخوندزادہ کے ساتھ بیعت کی۔

حقیقت یہ ہے کہ واحد قیادت، ایک ہی کمان اور شرعی بیعت کے مطابق قیادت کی اطاعت ہی امارت اسلامیہ کی حقیقی روحانی طاقت اور کامیابی ہے جس سے امارت اسلامیہ کے دشمن محروم ہیں۔

سوویت یونین کے خلاف جہاد میں حصہ لینے والے جو مجاہدین انحراف سے بچ گئے ہیں، وہ بہت معزز سمجھے جاتے ہیں اور یقینا قوم بھی ان کی بہت قدر کرتی ہے لیکن ایسے بہت سارے چھوٹے اور بڑے کمانڈر بھی موجود ہیں جنہوں نے ملک اور قوم کے ساتھ غداری کی اور اس غداری کی وجہ سے وہ اپنے صوبوں، دارالحکومت کابل اور یہاں تک کہ بیرونی ممالک میں بہت بڑے اور مہنگے مکانات کے مالک بن گئے ہیں۔

اگرچہ حقانی صاحب ایک بہت بڑے کمانڈر تھے اور جہاد کے دوران عرب مسلمانوں کی جانب سے انہیں براہ راست مالی مدد فراہم کی جارہی تھی لیکن انہوں نے جہاد کے لئے دی جانے والی رقم میں کبھی خیانت نہیں کی، اس کو اپنا ذاتی مال نہیں سمجھا، یہاں تک کہ خوست شہر میں ان کا کوئی ذاتی مکان نہیں تھا اور نہ ہی کابل میں ان کی پراپرٹی تھی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ امدادی رقوم میں بہت احتیاط کرتے تھے۔

حقانی صاحب نے دنیا دیکھی تھی اور دنیا کی جدید ترین جامعات سے بھی آگاہ تھے، اگر وہ چاہتے تھے تو دنیا کی مشہور یونیورسٹیوں میں اپنے بیٹوں کو داخل کرواسکتے تھے، لیکن ان کا کمال یہ تھا کہ دنیا کی روشنی اور چمک سے وہ متاثر نہیں ہوئے اور نہ ہی اس پر کبھی انہوں نے افسوس کا اظہار کیا۔ انہوں نے اسلام، ملک اور قوم کی جو خدمت کی یا ان کے بیٹوں نے کی، اس پر وہ بہت خوش تھے اور اطمنان کا اظہار کررہے تھے، انہوں نے اپنے بیٹوں کو قرآن پاک کے حفظ اور دینی علوم کے حصول کے لئے دنیا کی جامعات کی بجائے مدارس بھیج دیا۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے مشہور اور بڑے علماء کرام جو اپنے بیٹوں کو دین کی تعلیم دیتے ہیں تو ان کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ وہ جید عالم اور مشہور مدرس بن جائیں تاکہ وہ اپنے والد کے جانشین بن کر ان کی نیک نامی کا باعث بنیں، ظاہر ہے کہ حقانی صاحب کی یہ فطری خواہش تھی لیکن ان کے عزم پر صد آفرین کہ انہوں نے اپنی فطری خواہشات کو ترک کر کے شریعت کے مطالبے کو مقدم رکھا اور جب امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے وطن عزیز پر حملہ کیا تو انہوں نے ایسا نہیں کیا کہ دوسروں کو جہاد کی دعوت دی اور خود اپنے بیٹوں کو جہاد سے دور رکھا بلکہ وہ جہاد کے فریضہ پر مکمل یقین رکھتے تھے اور اسی بنیاد پر ایمان کا جو تقاضا تھا انہوں نے پورا کردیا، اور اس راہ حق میں اپنے ایک، دو نہیں بلکہ تمام بیٹوں کو امارت اسلامیہ کی قیادت کے آگے پیش کردیا۔

یہ سچ ہے کہ آباواجداد کے آثار بیٹوں میں ظاہر ہوتے ہیں، حقانی صاحب کی ہمت، بہادری، بلند مقاصد سے وابستگی اور اس راہ میں قربانی کا جذبہ ان کے بیٹوں

میں ظاہر ہوا اور ان کے چار بیٹوں عمر حقانی، محمد حقانی، بدر الدین حقانی اور نصیر الدین حقانی نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا۔

انس حقانی نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ جہاد کے عملی میدان میں سراج الدین حقانی (خلیفہ صاحب) کی بہادری اور حیرت انگیز تدبیروں نے دشمن کو ہلا کر رکھ دیا۔ امیر المومنین کا نائب ہونا ایک بہت بڑی خدمت ہے، اللہ تعالی نے ان کی جوانی میں خلیفہ صاحب کو یہ اعزاز بخشا۔ اس کو دین، قوم اور مٹی سے سچی محبت اور حقیقی قربانی کہا جاتا ہے۔

یہ شہادتیں حقانی خاندان اور خود حقانی صاحب کے لئے آخرت کا سب سے بڑا تحفہ ہیں، اور ہماری پوری مسلم قوم کے لئے بھی ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ ہمارا دشمن ہمارے خلاف اپنی جنگ کو اگر جائز سمجھتا ہے تو کیا ان میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو اپنے بیٹے کو مقابلہ کے لئے پیش کر دے۔ نہیں! کبھی نہیں کیونکہ ہمارے ملکی اور بیرونی دشمن سب مادیت کے لئے لڑتے ہیں اور مادیت پسند لوگ قربانی کے احساس سے محروم ہوتے ہیں اس لئے وہ کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔

اس کے برعکس حقانی صاحب سے کم و بیش بڑی تعداد میں ایسے مشہور کمانڈر موجود ہیں جنہوں نے شریعت کے احکام اور جہادی اہداف سے روگردانی کی، مادی فوائد اور عہدوں کے لئے اپنی قربانیوں پر پانی پھیر دیا اور اپنے بچوں کو جہاد اور مدرسوں سے دور رکھا تو آج ان کے بیٹے ان کے لئے عار بنے ہوئے ہیں اور ان کے کردار پر وہ شرم محسوس کرتے ہیں۔

حقانی صاحب نے ماضی میں اللہ کی رضا کے لئے جہاد کیا، ذاتی مفادات اور منصب کے حصول کے لئے اپنے مشن سے دستبردار نہیں ہوئے، تو اللہ تعالی کے فضل و کرم سے وہ خانہ جنگی کے دوران فساد سے دور رہے، ان کے دامن پر آج کوئی داغ نہیں ہے۔

محترم قارئین کرام، آپ کو معلوم ہوگا کہ پچھلے جہاد میں جب صوبہ خوست فتح ہوا تو کابل میں ڈاکٹر نجیب اللہ کی انتظامیہ قائم تھی، سب جانتے ہیں کہ خوست کے فاتح حقانی صاحب تھے لیکن فتح کی رات مختلف علاقوں سے حزب اسلامی کے مجاہدین آئے تو حقانی صاحب نے انہیں نہیں روکا، انہیں اپنے مجاہدین میں شامل کر کے خوست میں داخل ہوئے تاکہ اختلافات اور خون ریزی سے مسلمان بچ جائیں، پھر حزب اسلامی کی درخواست پر یہ صوبہ ان کا حوالہ کر دیا، جو وسعت قلبی کی اعلی مثال ہے۔

عرب دنیا میں سب سے مشہور اور مقبول شخصیت حقانی صاحب تھے اور جہاد کے میدان میں بہت سارے عرب مجاہدین ان کے ساتھی تھے، ان کا احترام کرتے تھے، لیکن حقانی صاحب کی بے لوثی اور کردار پر صد آفرین کہ وہ شہرت اور دنیاوی مراعات سے متاثر ہوئے اور نہ ہی اپنے مشن سے انحراف کیا، نظریاتی اور عملی طور پر وہ انتہا پسندی کا شکار ہوئے اور نہ ہی شریعت سے روگردانی کی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ حقانی صاحب کی عظیم جہادی اور علمی حیثیت اللہ رب العزت نے تمام لوگوں پر ظاہر کر دی ہے، یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

مجاہدین کے ہاتھوں افغانستان کی فتح کے بعد وہ ایک بار مادر علمی دار العلوم کراچی آئے تھے، دار العلوم کے تمام اساتذہ کرام نے ان کا والہانہ استقبال کیا اور ان سے عقیدت اور محبت کا اظہار کیا، یہ منظر دیکھ کر بہت سے افغان طلبہ نے خوشی کے آنسو بہائے۔

اگلے روز جامعہ کے ایک استاد (غالبا مولانا افتخار احمد اعظمی) نے کہا کہ صدر ضیاء الحق بھی یہاں آئے تھے لیکن ان کا بھی ایسا استقبال بھی نہیں کیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا: "ہماری بیویاں بھی اس عظیم مجاہد کو دیکھنے کی خواہاں تھیں اور جب وہ جامعہ کے اندر اساتذہ کے گھروں کے سامنے سے گزر رہے تھے تو ہماری بیگمات دروازوں کے روزنوں سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔"

حقانی صاحب کو اللہ تعالی نے جو بلند مقام عطا کیا تھا، مجھ جیسے کمزور آدمی کا کمزور قلم ان کا کماحقہ حق ادا نہیں کر سکتا، میں نے ان چند نکات کو اس امید کے ساتھ قلم بند کیا کہ میں بھی ان کے چاہنے والوں کے قافلہ میں شامل ہو جاؤں اور ان کی برکت سے میرے یہ چند نکات کسی کے لئے قابل توجہ بن جائیں۔

اللہ رب العزت ان کو انبیاء کرام، صدیقین اور شہداء کی صف میں شامل کرے، جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے، ان کی جہادی امنگوں کو پورا کرے، اور اللہ ان کے اہل خانہ اور ہم سب کو سلامت رکھے۔ آمین

لاشوں کی بے حرمتی اور پس پردہ عوامل

سیف العادل احرار

چند روز قبل صوبہ غزنی کے ضلع گیلان میں دشمن کے فضائی حملے میں چار مجاہدین شہید ہوئے، بعدازاں افغان فورسز کے سفاک اہل کاروں نے شہداء کی لاشوں کو اپنی تحویل میں لیکر ان کی بے حرمتی کی، انہوں نے ایک شہید سے کپڑے اتار کر انہیں درخت سے لٹکایا، اس سے دو دن پہلے صوبہ تخار کے ضلع چال میں بھی دشمن نے ایک مجاہد کو زخمی حالت میں گرفتار کر کے نہایت سفاکی سے اس کو شہید کر دیا، دوران حراست اس کی زبان اور کان کاٹ ڈالے، اس کی دونوں آنکھیں نکال دی گئیں اور اس کا چہرہ مسخ کر دیا گیا۔

اس سے قبل زابل کے ارغنداب، پکتیا، فراہ و دیگر صوبوں میں بھی ایسے المناک اور افسوس ناک واقعات رونما ہوئے ہیں، متعدد بار لاشوں اور زخمیوں کو ٹینکوں اور فوجی گاڑیوں کے پیچھے باندھ کر گھسیٹا گیا، جو نہ صرف مسلمہ انسانی قدروں کے منافی عمل ہے بلکہ جنگی قوانین کی بھی خلاف ورزی ہے، جس پر انسانی حقوق کی تنظیموں کی مجرمانہ خاموشی لمحہ فکریہ ہے۔

جو مجاہدین درجہ شہادت پر فائز ہوئے، وہ تو خوش قسمت ہیں انہوں نے اللہ کے دین پر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، وہ ان ظالم اور درندہ صفت فورسز سے نبرد آزما تھے جو اسلامی، انسانی اور قومی اقدار پر یقین رکھتی ہیں اور نہ ہی جنگی اصولوں اور قوانین کی پاسداری کرتی ہیں۔ مگر سفاک دشمن نے ان کے ساتھ جو بہیمانہ سلوک کیا اور جنگی قوانین کی جو دھجیاں اڑائیں، اس بہیمانہ حرکت سے اس کی تربیت اور کردار پر سوالات اٹھ گئے ہیں، ایسے واقعات انسانی، اسلامی اور قومی اقدار اور تمام جنگی اصولوں اور قوانین کی سنگین خلاف ورزی کے زمرے میں آتے ہیں، لاشوں کے ساتھ بے حرمتی کا یہ عمل انسانیت کی تذلیل ہے۔

افغان فوجی درندوں کے شہداء کے ساتھ انتہائی غیر انسانی سلوک نے مجاہدین کی غیرت ایمانی کو للکارا، انہوں نے بین الافغان مذاکرات کے موقع پر مجاہدین کو اشتعال دلانے کے لئے جان بوجھ کر ایسے جرائم کا ارتکاب کیا اور امن عمل کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی۔

افغان فورسز کے مظالم کی ایک طویل داستان ہے، نوجوانوں کا قتل عام، گھروں پر چھاپے، قیدیوں پر ستم، مساجد، مدارس، تعلیمی اداروں اور صحت کے مراکز، بازاروں اور پبلک مقامات پر فضائی حملے ان کے مظالم کا نہ ٹوٹنے والا تسلسل ہے، وہ نہایت بے رحمی اور بے دردی سے معصوم بچوں اور خواتین پر ظلم و ستم کر رہی ہیں، ملک کا چپہ چپہ اس طرح کی ان گنت داستانوں کا رونا رو رہا ہے۔

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان فورسز کی تربیت قابض افواج کر رہی ہیں جو خود جنگی جرائم میں مبتلا ہیں، قندہار کا سانحہ زنگاوات و دیگر دلخراش سانحات قابض افواج کے وہ سیاہ کرتوت ہیں جن پر انسانیت شرما گئی ہے، شادی کی تقریبات اور جنازوں کے اجتماعات پر ظالمانہ فضائی حملے، بستیوں کو ملیامیٹ کرنا، شہروں کو تاراج کرنا اور نہتے شہریوں کا قتل عام کرنا قابض افواج کے ناقابل معافی جرائم ہیں اور اس تسلسل کو ان کی تربیت یافتہ افغان فورسز نے برقرار رکھا ہے۔ حال ہی میں اسٹریلین فوجیوں نے انکشاف کیا کہ انہوں نے ایک چھاپے میں سات افغان شہریوں کو گرفتار کیا اور جب ہیلی کاپٹر میں جگہ کم پڑ گئی تو ایک قیدی کو گولی مار کر شہید کر دیا۔ کیا دنیا کا کوئی قانون اس طرح کے جرائم کی اجازت دیتا ہے؟ انہوں نے جن بنیادوں پر افغان فورسز کو تربیت دی ہے اس کا خمیازہ آج پوری قوم بھگت رہی ہے۔

ان کی تربیت کا نتیجہ یہ ہے کہ افغان اہل کار خواتین کو جنسی طور پر ہراساں کرتے ہیں، بغلان میں چار اہل کاروں نے ایک خاتون کو زیادتی کا نشانہ بنایا، قومی شاہراہوں پر ڈرائیوروں اور عام مسافروں کو لوٹتے ہیں، کچھ عرصہ پہلے فراہ میں قندہار قومی شاہراہ پر ایک چیک پوسٹ کے اہل کاروں نے پچاس روپے پر ایک ڈرائیور کو فائرنگ کر کے شہید کر دیا، ہمارے معاشرے میں جب کوئی شخص گھٹیا حرکت کرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اس کے والدین نے ایسی تربیت دی ہے، یہ والدین کی غلط تربیت کا نتیجہ ہے، شومئ قسمت کہ افغان فوج کو ایسی تربیت دی گئی ہے جو ملک و قوم دشمنی میں قابض افواج سے بھی سفاک ہے، لہٰذا از سر نو اسلامی خطوط پر استوار کرنے اور جذبہ حب الوطنی سے سرشار نئی اسلامی فوج کی تشکیل کی ضرورت ہے۔

ایک ماہ قبل سیگار نے ایک رپورٹ جاری کی کہ افغان فوج میں پچاس فیصد سے زائد اہل کار منشیات میں مبتلا ہیں، فوجی اڈوں اور چیک پوسٹوں میں سیکورٹی فورسز میں شامل کم عمر سپاہیوں پر جنسی تشدد کے واقعات عام ہیں، جنگی جرائم میں ملوث یہ جرائم پیشہ عناصر نہتے شہریوں کے خون کے پیاسے ہیں، ان میں اکثر آن پڑھ اور جاہل نوجوان بھرتی ہوتے ہیں جو خوف خدا سے عاری، منشیات کے عادی اور عوام کے دشمن ہوتے ہیں، ان کی بزدلی کی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ تمام تر جنگی وسائل اور جدید اسلحہ سے لیس ہونے کے باوجود چند مجاہدین کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں، چند مجاہدین درجنوں فوجی اڈوں اور چیک پوسٹوں کو دو تین گھنٹوں میں فتح کرتے ہیں، مجاہدین کا نام سنتے ہی وہ لرز اٹھتے ہیں، معمولی مزاحمت کے بعد وہ پسپائی اختیار کرتے ہیں یا سرنڈر ہو جاتے ہیں۔

کیا افغان فوج کی تاریخ میں کوئی ایک ایسی مثال موجود ہے کہ کسی افغان سپاہی نے اپنے جسم سے بارود باندھ کر اپنے مدمقابل پر حملہ کیا ہو؟ کیونکہ افغان اہل کار بھی سمجھتے ہیں کہ باطل صف میں کھڑے ہیں، ہتھیار، وردی، تنخواہ، تربیت اور ہدایات سب کچھ قابض افواج کی جانب سے فراہم کیا جاتا ہے جو ان کی شکست اور اخلاقی دیوالیہ پن کی بنیادی وجہ ہے۔

ان کے مقابلہ میں مجاہدین کے اچھے اخلاق اور کردار کا دشمن بھی اعتراف کر رہا ہے، وہ کسی علاقہ کو فتح کرنے سے پہلے سیکورٹی فورسز کا گھیراو کرتے ہیں پھر علاقے کے قومی معتبرین کے ذریعے انہیں ہتھیار ڈالنے کا پیغام پہنچاتے ہیں اور متعدد بار چانس دیتے ہیں کہ وہ سرنڈر ہو جائیں اور جب وہ ہتھیار ڈالتے ہیں تو ان پر پھول کی پتیاں نچھاور کی جاتی ہیں اور انہیں ہار پہنایا جاتا ہے، اگر وہ مقابلہ کرتے ہیں اور جنگ میں زخمی ہوتے ہیں تو ان کا علاج کرتے ہیں، ایسی سینکڑوں ویڈیوز موجود ہیں جن میں مجاہدین کے حسن اخلاق کے مناظر دیکھے جا سکتے ہیں، وہ قیدیوں کے ساتھ پیار سے پیش آتے ہیں اور ان کی مہمان نوازی کرتے ہیں، اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ اصل حقیقت کا ادراک کرتے ہیں اور رہائی کے بعد پھر سیکورٹی فورسز میں دوبارہ شامل ہونے کا رخ اختیار نہیں کرتے ہیں۔

لاشوں کی بے حرمتی پر کابل انتظامیہ کے سربراہ اور دیگر اعلیٰ حکام کی مجرمانہ خاموشی لمحہ فکریہ ہے، کیونکہ امن مذاکرات کے اس نازک وقت میں ایسے المناک واقعات کا تسلسل سے رونما ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ ان واقعات کے پیچھے اعلیٰ حکام کی لابی کی کارستانی کارفرما ہے، اس لئے ان جرائم میں کٹھ پتلی انتظامیہ کے اعلیٰ حکام بھی شریک ہیں اور ان کو ان مظالم کا جواب دینا ہوگا۔

امارت اسلامیہ نے ان واقعات کی شدید مذمت کی اور انسانی حقوق کی تمام تنظیموں سے مطالبہ کیا کہ وہ ان جرائم کی نہ صرف کھل کر مذمت کریں بلکہ مستقبل میں ایسے واقعات کی روک تھام کے لئے عملی اقدامات اٹھائیں۔ بیان میں ان عناصر کو متنبہ کیا گیا جو ایسے جرائم میں ملوث پائے جاتے ہیں کہ ان کی کڑی نگرانی شروع کر دی گئی ہے اور اسلام کے مطابق انہیں سزا دی جائے گی۔ ایسے عناصر کسی رحم کے مستحق نہیں ہیں، انہیں جلد نشان عبرت بنا کر گھناونے جرائم کا بدلہ ان سے لیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ

قاری حبیب

7 اکتوبر افغانستان پر امریکی حملے کا دن ہے۔ آج سے 19 سال قبل امریکی حکمرانوں نے ایک غیر سنجیدہ اقدام کے تحت افغانستان پر حملہ کیا۔

کہا جاتا ہے کہ دنیا کے ممالک کی پالیسیاں اور حکمت عملی تحقیقاتی مراکز کے ذریعے بنائی جاتی ہیں جو اس مقصد کے لئے قائم کیے گئے ہیں اور تھنک ٹینک کے نام سے مشہور ہیں۔ ان مراکز میں تجربہ کار سیاستدانوں، سابق فوجیوں، ریٹائرڈ پروفیسرز اور دیگر علمی و دانشور شخصیات اور رہنما کام کرتے ہیں اور ان کا واحد کام مختلف موضوعات پر تحقیق کرنا ہے اور اس کے نتیجے میں حکام کو ہر موضوع پر تجاویز اور حکمت عملی فراہم کرنا ہے۔

اس طرح کے مراکز تمام ممالک میں موجود ہیں، لیکن امریکہ نے ان مراکز کے لئے بجٹ کی ایک بڑی رقم مختص کی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق دنیا کے پانچ ہزار تھنک ٹینک مراکز میں سے صرف امریکہ میں 1872 تھنک ٹینک موجود ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ 19 برس قبل نائن الیون کے حملوں نے ان تمام مراکز کے عملے کو پاگل کر دیا اور ہوش سے کام لینے کی بجائے انہوں نے اس وقت کے حکمران جارج ڈبلیو بش کو جوش کا آپشن استعمال کرنے کا مشورہ دیا اور سمجھنے کے بغیر جنگ کی آگ بھڑکا دی۔

جارج ڈبلیو بش نے بلا تحقیق نائن الیون حملوں کا ذمہ دار اسامہ بن لادن اور افغانستان کو قرار دیا اور افغانستان پر جارحیت کے لئے بحیرہ عرب میں جنگی جہاز بھیجے۔ امارت اسلامیہ نے اس وقت بھی امریکی حکام سے یہ بات کی تھی جو آج کر رہی ہے۔ وہ یہ کہ امریکہ طاقت کے بل بوتے پر افغانستان پر یلغار نہ کرے، طاقت کی زبان استعمال کرنے کی بجائے افہام و تفہیم سے مسائل کا حل نکالے، ان معاملات کو منطقی انداز میں نمٹائیں۔ یہ معاملات جنگ اور جارحیت کے ذریعے حل نہیں ہوتے۔ امریکی حکام ہمارے ساتھ براہ راست مذاکرات کریں تاکہ ڈائیلاگ کے ذریعہ اس مسئلہ کا حل نکالیں۔

لیکن جارج ڈبلیو بش اور اس وقت کے امریکی حکمران اتنے پرجوش تھے کہ وہ عقل اور دلیل کی زبان سے بات کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں تھے، اگر ہم اس وقت کی خبروں پر نظر ڈالیں تو یہ پتہ چلتا ہے کہ امریکی حکام صرف اور صرف جنگ کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ "بش ایٹ وار" نامی کتاب میں واضح طور پر لکھا ہے گیارہ ستمبر سے 7 اکتوبر (افغانستان پر حملے کے دن) تک وائٹ ہاؤس، پینٹاگون اور سی آئی اے کے حکام صرف جنگی پالیسی اور بدلہ لینے کے اقدامات پر غور کرتے تھے، کسی دوسرے متبادل آپشن پر غور کرتے اور نہ ہی قبول کرتے۔ اس کتاب میں واقعہ کے چوتھے دن کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ (15 ستمبر کو کیمپ ڈیوڈ میں سارا دن جنگی حکمت عملی کے بارے میں بات چیت ہوتی رہی)۔

آخر کار 7 اکتوبر کو امریکیوں نے افغانستان پر حملہ کر دیا، بش نے جارحیت کی حماقت کی اور ہماری مظلوم قوم پر ایک اور تباہی مسلط کر دی، انہوں نے اپنی ساری طاقت استعمال کی، اپنی حکمرانی کے دوسرے دور میں انہوں نے افغانستان میں تعینات فوجیوں کی تعداد میں مزید اضافہ کر دیا لیکن جنگ کنٹرول ہونے کے بجائے اس میں مزید شدت آئی اور ہر گزرتے دن کے ساتھ امریکی فوجیوں کی ہلاکتیں بڑھتی گئیں۔ جنگ میں فتح کے آثار دوربینوں میں بھی نظر نہیں آتے تھے۔ پھر اوبامہ کا دور آیا انہوں نے بھی نئی پالیسی کا اعلان کیا اور طاقت کا بے دریغ استعمال کیا لیکن وہ پالیسی بھی ناکام رہی اور اس کا کوئی مثبت نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔

پھر ٹرمپ برسر اقتدار آئے انہوں نے بڑے فخر سے افغانستان کے لئے ایک نئی حکمت عملی تیار کی، لیکن جلد ہی وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر وہ سو سال تک بھی یہ ناکارہ پالیسی استعمال کرتے رہیں گے تو نتیجہ اس سے مختلف نہیں آئے گا۔ اس سے نہ صرف امریکہ کے جانی اور مالی نقصانات میں اضافہ ہوتا رہے گا بلکہ عالمی سطح پر بھی اس کی ساکھ شدید متاثر ہو گی۔

19 سال بعد امریکیوں نے ہوش کا ناخن لیا اور انہیں یہ احساس ہوا کہ پچھلا فیصلہ غیر معقول تھا۔ آخر کار امریکی حکام نے امارت اسلامیہ کے ساتھ براہ راست مذاکرات شروع کرنے کا فیصلہ کیا جس کی دعوت انہیں دو دہائیاں قبل دی گئی تھی۔ مذاکرات کے دوران امریکیوں نے اعتراف کیا کہ ان کا افغانستان پر حملہ غیر ضروری تھا اور وہ اپنی فوجوں کے انخلا کے لئے تیار ہیں۔ آج کل ملک بھر میں امریکی اڈے خالی کرائے جا رہے ہیں اور کچھ دن قبل امریکی صدر نے اعلان کیا کہ وہ کرسمس تک افغانستان سے تمام افواج واپس بلائیں گے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ امریکی حکام نے بہت دیر سے افغانستان کے بارے میں ہوش سے کام لیا۔ ایک مشہور امریکی مصنف باب ووڈ وارڈ جنہوں نے "بش جنگ میں" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی اور اب ان کی ایک اور نئی کتاب مارکیٹ میں آ رہی ہے۔ انہوں نے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے حوالے سے لکھا ہے کہ جارج ڈبلیو بش ایک بیوقوف اور جاہل آدمی تھا اور یہ سچ ہے۔

جی ہاں، وائٹ ہاؤس کے موجودہ حکمران اس لئے بش کو بیوقوف قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کا 19 سال قبل افغانستان پر حملہ کرنے کا فیصلہ واقعی احمقانہ اور غلط تھا۔ اس جنگ نے افغانستان اور امریکہ کے عوام کے لئے تباہی اور ہلاکتوں کے سوا کچھ مثبت نتیجہ نہیں دیا۔

ہفتہ وار پریس بریفنگ

امارت اسلامیہ وسیع تر تعلقات کی حامی ہے۔

مملکت قطر کے صدر مقام دوحہ میں ایک طرف بین الافغان مذاکرات کا آغاز ہوا ہے۔ ساتھ ہی امارت اسلامیہ کے سیاسی نمائندے مختلف ممالک کے سیاسی حکام اور عالمی اداروں کے نمائندوں سے ملاقاتیں بھی کر رہے ہیں۔

اگرچہ امارت اسلامیہ کے سیاسی نمائندوں کی جانب سے خطے اور دنیا کے مختلف ممالک سے ملاقاتوں اور سیاسی دوروں کا سلسلہ کئی سال پہلے شروع ہوا تھا، جس میں امارت اسلامیہ کے نمائندوں نے مختلف ممالک کے دورے کیے، عالمی کانفرنسوں میں شرکت کی اور افغان قوم کے جائز مطالبات عالمی برادری تک پہنچائے۔ مگر بین الافغان مذاکرات کے آغاز کے ساتھ ہی اس سلسلے میں ایک بار پھر تیزی آئی ہے۔

امارت اسلامیہ کے لیے بالعموم دنیا اور بالخصوص اسلامی ممالک کے نمائندوں سے ملاقاتیں اس لیے قابل اہمیت رکھتی ہیں، کہ آج سے 19 برس قبل افغانستان پر بیرونی جارحیت کے بعد امارت اسلامیہ سے سیاسی جدوجہد اور اپنے مؤقف کو ظاہر کرنے کے حقوق چھین لیے گئے ۔ تقریبا ڈیڑھ عشرے تک عالمی میڈیا امارت اسلامیہ کے خلاف یک طرفہ پروپیگنڈے میں مصروف رہی۔ امارت اسلامیہ کے خلاف مختلف النوع پروپیگنڈے کیے جاتے اور ہمارے حوالے سے غلط، من گھڑت اور تحریف شدہ معلومات نشر کی جاتیں۔

اس یک طرفہ پروپیگنڈے نے امارت اسلامیہ کے حوالے سے بہت سے ذہنوں کو گمراہ کیا۔ یہاں تک کہ امارت اسلامیہ کو ایک باغی اور غیر قانونی گروہ کے طور پر عالم اسلام کی جماعتوں اور ممتاز شخصیات کے سامنے پیش کیا گیا۔ حالانکہ امارت اسلامیہ افغان قوم کی نمائندہ قوت اور ایک مکمل ملت کی آرزوؤں کی نمائندہ کر رہی ہے۔

چند روز قبل جب امارت اسلامیہ کے نمائندوں نے دوحہ میں علمائے کرام کی عالمی تنظیم کے سربراہ اور نمائندوں سے ملاقات کی، ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں، کہ اس ملاقات سے امارت اسلامیہ کے حوالے سے عالم اسلام کے علماء کرام کے بہت سارے وہ سوالات حل اور ان شکوک کا ازالہ ہو چکا ہے، جو گذشتہ دو دہائیوں سے ان کے ذہنوں میں موجود تھے۔

ملاقات کا خوشگوار اور پرخلوص ماحول اس امر کا ثبوت تھا کہ امارت اسلامیہ کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے، جس کے بارے میں دنیا کے مسلمان اور علمی سماج پریشان ہو جائے۔ صرف مسئلہ یہ ہے کہ عالمی اسلامی تنظیموں اور امارت اسلامیہ کے مابین غلط پروپیگنڈوں کی بڑی دیوار حائل ہے۔ اگر یہی دیوار براہ راست ملاقاتوں کے ذریعے ہٹا دی جائے، تو اس سے امارت اسلامیہ کے متعلق غلط فہمیاں بھی دور ہو جائیں گی۔

اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ایک موقع ہے، جس سے فریقین کو فائدہ اٹھانا چاہیے۔ امارت اسلامیہ کو اپنا جائز مطالبہ دنیا کے سامنے ہر جگہ اور ہر معاشرے تک پہنچانا چاہیے، اور دنیا کے مختلف ممالک، کمیونٹیز، خاص کر وہ علمی مراکز جو مسلمانوں کے اتحاد اور ترقی کے لیے کام کر رہے ہیں، انہیں امارت اسلامیہ سے براہ راست اور مستقل روابط رکھنے چاہیے۔ اپنے اچھے مشورے امارت اسلامیہ سے شریک کریں، امارت اسلامیہ کے اقدامات پر خلوص دل سے تنقید کریں اور مسائل حل کرنے میں امارت اسلامیہ سے پرخلوص تعاون کریں۔

کابل میں جرائم پیشہ افراد کے بڑھتی تعداد:

اگرچہ افغان دارالحکومت کابل شہر میں چوروں، ڈاکوؤں، اغواکاروں اور دیگر مجرموں کی موجودگی کوئی نئی بات نہیں ہے۔ مگر حالیہ دنوں میں اس نوعیت کے جرائم میں اتنا اضافہ ہوا ہے، جس سے شہری لاچار اور بے بس ہو چکے ہیں۔

کابل شہر سے روزانہ درجنوں مسلح ڈاکے، قتل، اغوا اور دیگر مجرمانہ سرگرمیوں کی خبریں شہ سرخیوں میں ہوتی ہیں۔ ڈاکو نہ صرف شہریوں سے نقد رقم، گاڑیاں اور دیگر قیمتی اجناس لوٹ لیتے ہیں، بلکہ شہریوں کے ہاتھوں سے موبائل بھی چھین لیتے

ہیں، عوام کے گھروں میں گھستے ہیں، یہاں تک بہت ہی کم قیمت اشیاء کے بدلے دن دہاڑے لوگوں کو قتل کیا جاتا ہے۔ حالیہ چند دنوں میں سوشل میڈیا میں مسلسل ان نوجوانوں کی تصاویر شائع ہورہی ہیں، جنہیں کابل شہر میں ڈاکوؤں نے قتل کردیا ہے ۔ جرائم پیشہ عناصر کی جانب سے عام لوگوں کے قتل کے واقعات میں اتنا اضافہ ہوا ہے، کہ کچھ عرصہ قبل کابل کے چند شہریوں نے سوشل کے میڈیا کے ذریعے ایک مہم چلائی، جس میں ڈاکوؤں سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ "ہمارا مال لو، مگر ہمیں قتل نہ کرو"۔

اہلیان کابل کہتے ہیں کہ ہم حکام سے مکمل طور پر ناامید ہوچکے ہیں، اس لیے ڈاکوؤں سے رجوع کرکے اپنے مطالبات ان کے سامنے رکھے۔ چوں کہ اعلی حکام کی اکثریت ڈاکوؤں سے ملے ہوئے ہیں اور یہ غنڈے دن دہاڑے کابل شہر میں سب سے پرامن علاقے میں چوریاں کررہے ہیں، تو ظاہر بات ہے کہ ان کی پشت پناہی قوی تر ہے۔ اس کے علاوہ ایسا بھی دیکھا جارہا ہے کہ جب عوام ڈاکوؤں کو پکڑ انہیں پولیس کے حوالے کردیتے ہیں تو انہیں دوبارہ رہائی مل جاتی ہے۔

کابل شہر میں چوری اور غنڈہ گردی کے اکثر واقعات شہر کے مرکزی علاقوں میں ہورہے ہیں۔ کابل شہر کے وہ بندوبستی علاقے جو امارت اسلامیہ کے خفیہ یا ظاہری کنٹرول میں ہے، ان علاقوں کے مکین کہتے ہیں کہ مجاہدین کے آمد سے ڈاکے اور غنڈہ گردی ختم ہوچکی ہے۔

کابل شہر ایسے وقت میں ڈاکوؤں اور اغواکاروں کے مرکز میں بدل چکا ہے، جب صدارتی محل کا حکمران اشرف غنی پورے افغانستان کی تعمیر کا دعوی کررہا ہے۔ نمائشی تقریبات اور سیاسی ریاکاری ان کی واحد سرگرمیاں ہیں، بڑے بڑے دعوؤں کے باوجود ان کی اتنی ہمت اور صلاحیت نہیں ہے کہ چند مربع کلومیٹر کابل شہر کو پرامن بناسکیں اور ان شہریوں کو غنڈوں کی اذیت سے نجات دلا دیں، جنہیں وہ اپنا قوم سمجھت۔

چوں کہ صدارتی محل کا حکمران کابل شہر کے نظم وضبط میں ناکام ہوا ہے، اس سے ظاہر ہورہا ہے کہ درحقیقت وہ اس کے قابل ہی نہ رہا، کہ کابل شہر کے لاکھوں باشندوں کی جان ومال اور عزت کے تحفظ کی ذمہ داری لے۔ جو حکمران گلی اور محلہ کے غنڈوں، چوروں اور اغواکاروں سے مقابلے کی قوت نہیں رکھتے اور ان سے دارالحکومت کے اختیارات غنڈوں اور جیب کتروں نے حاصل کیا ہو، انہیں چاہیے کہ وہ حکومت اور عوام کی ملکیت کا دعوہ نہ کریں۔

جس طرح ماضی میں امارت اسلامیہ کی حکمرانی میں کابل سمیت افغانستان کے تمام علاقوں میں مثالی امن قائم تھا، اسی طرح اب بھی اس کے زیر کنٹرول علاقوں میں عوام کو آرام دہ زندگی کا ماحول میسر ہے۔ امارت اسلامیہ کوشش کررہی ہے کہ بندوبستی علاقوں کی طرح شہروں کے باشندوں کو بھی چوروں اور غنڈوں کے ظلم اور اذیت سے نجات دلادیں۔

افغان مسئلہ فضائی حملوں سے حل نہیں ہوگا

اس حال میں کہ امریکی فریق سے جارحیت کے خاتمہ کے معاہدے پر دستخط ہوا اور ملکی سطح پر بھی بین الافغان مذاکرات جاری ہیں۔ امن اور صلح کے اس ماحول میں ایک بار پھر امریکی فضائی حملوں میں شدت آنے کی اطلاع دی جارہی ہے۔

دوحہ معاہدے کی رو سے امریکی پابند ہے کہ غیر مناسب بمباریاں، ڈرون حملے، رات کے چھاپے اور دیگر جنگی سرگرمیوں کو ختم کردیں۔ مگر امارت اسلامیہ کے ترجمان جناب قاری محمد یوسف احمدی نے چند روز قبل اطلاع دی کہ امریکا نے ملک کے چند علاقوں میں جنگی حالت کے بغیر ڈرون حملے کیے ہیں، جو کہ دوحہ معاہدے کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

امریکی افواج نے گذشتہ 19 برسوں سے افغانستان میں بمباری کے سلسلے کو جاری رکھا اور اس سلسلے میں بی 52 بمبار طیاروں سے لیکر سے مختلف النوع جنگی طیارے، ہیلی کاپٹرز اور ڈرون طیاروں سمیت اپنی فضائیہ کی تمام تر قوت کی آزمائش کی۔ کیمیکل اور دیگر ممنوعہ اسلحہ سمیت مختلف ہلاکت خیز وسائل ہمارے ملک اور قوم پر برسائے، مگر ان تمام تکالیف کے باوجود امریکا نے کوئی قابل توجہ نتیجہ اخذ نہیں کیا۔ ان طویل اور ناکام تجربات کے بعد امریکا کو اس نتیجے پر پہنچا چاہیے تھا، کہ بمباریاں راہ حل نہیں ہے اور افغان مسئلہ بمبار اور طیاروں کی قوت پر حل نہیں ہوتا۔

وہ فضائی حملے جو دوحہ معاہدے سے متصادم ہوتے ہیں، علاوہ ازیں کہ افغان مسئلہ میں امریکی فریق کو قصوروار ٹھہرادے، اس کے بغیر کوئی نتیجہ نہیں سامنے نہیں لاتا۔ اس طرح خلاف ورزیاں دنیا پر یہ ثابت کردے گا کہ امریکی فریق اپنے وعدوں پر قائم نہیں رہتا اور اس طرح تاثر امریکی حکام کے لیے افغانستان میں فوجی اور سیاسی ناکامی کے بعد ایک اور اخلاقی شکست ہوگا، جس سے امریکا دنیا کے سامنے وعدہ خلاف

فریق کے طور پر ثابت ہو جائے گا۔

امارت اسلامیہ دوحہ معاہدے کو فریقین کے لیے ایک کامیابی اور حل کا موقع سمجھتی ہے۔ یہ موقع ضائع نہیں ہونا چاہیے اور اس کے تحفظ اور تقویت کے لیے تمام فریقوں کو اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کرنا چاہیے۔ امریکی فریق کو ایک بار پھر امارت اسلامیہ بتلاتی ہے کہ دوحہ معاہدے کی خلاف ورزی کسی کے مفاد میں نہیں ہے، اسی لیے بار بار دہرانے والی خلاف ورزیوں کو ختم کرنا چاہیے۔

ہمیں یقین ہے، جیسا کہ گذشتہ 19 برسوں میں استعمار کی مختلف جنگی پالیسیاں ہماری مؤمن قوم کے جائز جدوجہد اور حریت پسند مطالبے کے مقابلے میں رکاوٹ نہ بن سکیں، اب بھی جارحیت کے خاتمہ اور صلح کے خلاف رکاوٹیں کھڑی کرنے والے فریق کے طلب جنگ اقدامات سے ہماری قوم کے عزائم کے خلاف مانع نہیں بن سکتے۔

افغانستان میں امن کے خواہاں تمام فریقوں کو امارت اسلامیہ بتلاتی ہے کہ دوحہ معاہدے سے امریکی خلاف ورزیوں کے موضوع کو سنجیدگی سے لے اور معاہدے کے نفاذ کی نگرانی کریں۔ امارت اسلامیہ اس حوالے سے اپنے اخلاقی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے بھرپور ذمہ دارانہ برتاؤ کرتی ہے اور مخالف فریق کو بھی ذمہ داری کی دعوت دیتی ہے۔

افغانستان کا مقدمہ اور علماء دین کی ذمہ داری

جیسا کہ دو سال قبل امریکی جنرل نیکولسن کی (مذہبی دباؤ) کے نظریہ کی بنیاد پر دنیا کے مختلف علاقوں سے چند علماء کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور امارت اسلامیہ پر زور دیا جا رہا تھا کہ امریکی جارحیت کے خلاف فرض عین جہاد سے دستبردار ہو جائیں۔ اب ایک بار پھر وہی سلسلہ شروع ہوا ہے اور ملک کے اندرون و بیرون چند علماء افغان تنازعہ کے پس منظر سے آگاہی کے بغیر امارت اسلامیہ سے یک طرفہ تنزل اور جنگ بندی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

ملک میں چند علماء برسراقتدار انتظامیہ کی جانب سے بھرتی کیے جاتے ہیں۔ زرو زور کے ذریعے ان سے اس طرح کے بیانات ان سے لیے جاتے ہیں، دنیا کے دیگر ممالک میں افغانستان کی حقیقی صورتحال کے حوالے معلومات کا فقدان ہے۔ انہیں افغانستان کے مسائل کے بارے میں صرف وہی معلوم ہے، جو وہ مغربی عالمی ذرائع ابلاغ سے سنتے ہیں۔ ان کے پاس افغانستان کی تاریخ اور مذہبی تشخص کے بارے میں معلومات ہیں اور نہ ہی یہاں دیانت اور بے دینی کے درمیان شروع ہونے والے چالیس سالہ مقابلے کے پس منظر سے واقف ہیں۔

اس بارے میں انہیں خبر نہیں ہے کہ بیرونی جارحیت افغانستان کے تنازعہ کا واحد پہلو ہے۔ اس کے علاوہ ملکی سطح پر نظام کا ظہور اور سیاسی حاکمیت، ثقافت، تعلیم و تربیت اور حکومت کے امور وہ مسائل ہیں، جس کے بارے میں گذشتہ 40 سالوں سے نزاع موجود ہے۔ اسلام پر حقیقی یقین رکھنے والی افغان قوم کا مطالبہ یہ ہے کہ حکومت اور سیاست کی تمام بنیادیں اسلامی معیار پر برابر ہو جائیں۔ یہی ہمارے روس کے خلاف جہاد کے شہداء کی آرزو بھی تھی اور یہی ہمارے موجودہ جہاد کا وہ اہم ہدف ہے، جسے کسی صورت میں بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔

تو لہذا اندرون ملک اور دنیا کے ہر کونے میں افغان تنازعہ سے دلچسپی رکھنے والے علماء کرام کو سب سے پہلے ہماری قوم کے جہادی داعیہ کو سمجھنا چاہیے۔ چند غیروں کے پروردہ حکمرانوں اور زر خرید میڈیا کی خوشی کی بجائے اسلام کی سربلندی اور ہماری مؤمن ملت کی مقدس امیدوں اور امنگوں کو برتر سمجھیں اور اسی پیمانے سے افغان مسئلہ کا جائزہ لیں۔

اس کے علاوہ افغانستان کی طرح اہم تنازعات کے حوالے سے فیصلے اور من پسند فتاوی جاری کرنا نہ صرف اسلام اور مسلم امہ سے بڑی غداری ہے، بلکہ افغان مجاہد اور محب دین قوم کے حق میں عظیم ظلم ہے۔ ہماری مجاہد قوم نے اسلامی نظام کے لیے عظیم قربانیاں دیں، یہ ان کا حق ہے کہ اس انعام کو حاصل کریں۔

ہمارے خیال میں دنیا کے علماء کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ شعائر اللہ کی سربلندی، شریعت کے نفاذ اور اسلامی نظام کے حاکمیت کے لیے جدوجہد کریں۔ اپنی زبان، قلم، علمی صلاحیت اور سماجی وجاہت اسی راہ میں استعمال کریں۔ کیوں کہ عالم دین کا یہی فریضہ ہے کہ دین کے ارتقاء اور کامیابی کے لیے کوشش کرے۔ ایسا نہ ہو کہ حق و باطل کے معرکہ میں باطل کا دامن پکڑلے اور اسلامی جدوجہد کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کریں۔

جنگی جرائم اکتوبر 2020

سید سعید

2اکتوبر 2020 کو صوبہ پکتیکا کے ضلع اور گون کے پیر کوٹی کے علاقے میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے ایک بچہ شہید ہوگیا۔

3اکتوبر کو صوبہ بدخشاں کے ضلع یفتل پائین کے گاؤں باغبالین میں سیکورٹی فورسز کے اہل کاروں نے فائرنگ کر کے ایک بچہ شہید کر دیا۔

4اکتوبر کو صوبہ پروان کے ضلع بگرام کے گاؤں چو بخش رباط میں حملہ آوروں کے ڈرون حملے میں ایک نوجوان شہید ہوگیا۔

5اکتوبر کو سرکاری فوج نے صوبہ لوگر کے علاقے بابوس میں ایک مسجد پر فضائی حملہ کیا، جس سے مسجد کا ایک حصہ منہدم ہوا لیکن اس میں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

5اکتوبر کو صوبہ فراہ کے دارالحکومت دہیک کے علاقہ میں سیکورٹی فورسز کی گولہ باری سے ایک بچہ اور ایک شخص شہید ہوگیا۔

6اکتوبر کو صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری کے گاؤں حسین خیل میں سیکورٹی فورسز کے اہل کاروں نے جاوید، محب اللہ اور حاجی یار محمد نامی تین شہریوں کو گھروں سے حراست میں لیا اور بعدازاں انہیں شہید کر دیا۔

6اکتوبر کو صوبہ بدخشان کے ضلع یاوان کے گاؤں انج میں سیکورٹی فورسز کی گولہ باری سے دو خواتین اور ایک بچہ زخمی اور دو مکانات کو نقصان پہنچا۔

7اکتوبر کو صوبہ بادغیس کے ضلع قادیس کے علاقے لنگر میں سرکاری طیاروں کی بمباری کے نتیجے میں ایک مسجد شہید ہوگئی۔

8اکتوبر کو صوبہ سرپل کے دارالحکومت کے نواحی علاقہ بغاوی اور ضلع سید آباد کے علاقے پنجشیر میں سرکاری طیاروں کی بمباری سے ایک مسجد اور متعدد مکانات تباہ اور سات بچے اور خواتین زخمی ہوگئیں۔

9اکتوبر کو صوبہ بغلان کے ضلع دہ صلاح کے کاشغری اور تل میر غازی کے علاقوں میں سرکاری فوج نے دو شہریوں کو شہید اور ایک کو زخمی کر دیا۔

10اکتوبر کو صوبہ قندوز کے ضلع خان آباد کے گاؤں اکاخیل میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے ایک خاتون شہید اور دو دیگر زخمی ہوگئیں۔

10اکتوبر کو صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار کے علاقے بیش کپہ میں سیکورٹی فورسز کے مارٹر حملے میں ایک شہری شہید ہوگیا۔

12اکتوبر کو صوبہ قندوز کے دارالحکومت کے نواحی علاقہ شورابی قشلاق میں سیکورٹی فورسز کی گولہ باری کے نتیجے میں ایک مسجد اور متعدد مکانات کو نقصان پہنچا اور سات شہری شہید اور چار زخمی ہوگئے۔

12اکتوبر کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے سالار کے علاقے میں ایک شہری (عبدالولی) کو پولیس اہل کاروں نے شہید کر دیا جو سامان خریدنے بازار جا رہا تھا۔

12اکتوبر کو صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری کے ڈنڈ شہاب الدین کے دیہاتوں کلیم آغا اور اکاخیل میں سیکورٹی فورسز کے مارٹر حملے میں ایک خاتون شہید اور ایک زخمی ہوگئی۔

12اکتوبر کو صوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی کے نری مانده کے علاقے میں فضائی حملے میں 9 شہری شہید اور 6 بچے زخمی ہوگئے۔

12اکتوبر کو صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری کے گاؤں عمر خیل میں سیکورٹی فورسز کے حملے میں تین شہری شہید اور دو دیگر زخمی ہوگئے۔

13اکتوبر کو افغان فوجیوں نے صوبہ غزنی کے ضلع شلگر کے گاؤں کنصف پر چھاپہ مارا، تلاشی لینے کے دوران گھروں کے دروازے توڑ ڈالے اور اکبر خان، عمر جان اور عبداللہ نامی تین شہریوں کو شہید کیا اور لوگوں کو مالی نقصان پہنچایا۔

13اکتوبر کو صوبہ قندوز کے ضلع دشت ارچی کے علاقے عیدگاہ اور لمڑ

میں افغان فضائیہ کی بمباری سے 3 خواتین سمیت چار شہری شہید ہوگئے اور متعدد مکانات کو نقصان پہنچا۔

14اکتوبر کو صوبہ فاریاب کے ضلع گرزیوان کے علاقے افغان تپہ میں اربکی ملیشیا کے اہل کاروں نے ایک باپ اور بیٹے کو شہید کردیا۔

15اکتوبر کو صوبہ خوست کے دارالحکومت کے قریب لکنو کوڑیان گاؤں میں پولیس اہل کاروں نے ایک دکاندار شوکت اللہ کو شہید کردیا۔

16اکتوبر کو سیکورٹی فورسز نے صوبہ فراہ کے دارالحکومت کے قریب کورہ گز کے علاقے میں حال ہی میں رہا ہونے والے قیدی (محمد قاسم) کے گھر پر چھاپہ مارا، قیدی اور اس کی چھوٹی بیٹی سمیت پانچ شہریوں کو شہید اور دو کو زخمی کردیا۔ نیز اس چھاپے میں رہائی پانے والے ایک اور قیدی (محمد اسماعیل) کو دس شہریوں سمیت حراست میں لیا۔

16اکتوبر کو صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار کے علاقے ارضیلک میں سرکاری فوج کے حملے میں خواتین اور بچوں سمیت پانچ شہری زخمی ہوگئے۔

16اکتوبر کو صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانی کے علاقے زاویہ میں سیکورٹی فورسز کے مارٹر حملے میں ایک بچہ شہید ہوگیا۔

16اکتوبر کو صوبہ کاپیسا کے ضلع نجراب کے علاقے سابات میں اربکی ملیشیا کے اہل کاروں نے مولوی عبداللہ نامی ایک دینی عالم اور پیش امام کو شہید کردیا۔

17اکتوبر کو صوبہ تخار کے ضلع نمک اب کے دیہ بالا گاؤں میں لڑاکا طیاروں نے ایک مکان اور ایک مسجد کو نشانہ بنایا، مکان میں ایک شخص، ایک عورت اور تین بچے شہید ہوگئے جب کہ مسجد کو نقصان پہنچا لیکن کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

18اکتوبر کو صوبہ بغلان کے ضلع مرکزی بغلان کے شہر کوہنہ بازار کے قریب سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے ایک خاتون اور ایک شخص شہید ہوگیا۔

18اکتوبر کو صوبہ بلخ کے ضلع زارع کے علاقے دہن درہ عالیہ میں سرکاری فوج کے مارٹر حملے میں ایک شہری شہید ہوگیا۔

18اکتوبر کو سرکاری فوج نے صوبہ بغلان کے ضلع دوشی کے علاقے کیلہ میں رہائی پانے والے قیدی (روح اللہ) کے گھر پر چھاپہ مارا، چھاپے کے دوران فوجیوں نے قیدی، اس کے بیٹے اور مہمان کو شہید کردیا۔

18اکتوبر کو صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکرگاہ کے وارڈ نمبر تین کے علاقے منڈویان میں سیکورٹی فورسز کے حملے میں ایک بوڑھا شخص شہید ہوگیا۔

18اکتوبر کو صوبہ بادغیس کے ضلع بالا مرغاب کے بازار میں سرکاری فوج کے مارٹر حملے میں ایک شخص شہید، اس کی بیوی زخمی اور اس کا گھر تباہ ہوگیا۔

18اکتوبر کو صوبہ ننگرہار کے دارالحکومت کے قریب درونٹہ کے علاقے میں سرکاری فوج نے ایک دینی عالم (مولوی علی خان مخلص) کو شہید کردیا۔

19اکتوبر کو سیکورٹی فورسز نے صوبہ ننگرہار کے ضلع شیرزاد کے گندمک کے علاقے میں ایک شہری (شائستہ خان ولد عین اللہ) جو ایک مقامی اسکول کا ملازم تھا، کو شہید کردیا۔

19اکتوبر کو سیکورٹی فورسز نے صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک کے بند برق کے رہائشی علاقے پر ڈی سی توپ کا فائر کیا جس سے چار بچے شہید اور زخمی ہوگئے۔

20اکتوبر کو صوبہ دایکندی کے ضلع گیزاب کے علاقے کاغ میں سیکورٹی فورسز کے مارٹر حملے میں ایک بچہ شہید اور دوسرا زخمی ہوگیا۔

20اکتوبر کو صوبہ سرپل کے ضلع سوزمہ قلعہ کے علاقے گودار میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے 5 بچے شہید اور زخمی ہوگئے۔

20اکتوبر کو صوبہ بلخ کے ضلع نہر شاہی کے علاقے شہریک ترکمنی میں سرکاری فوج کے مارٹر حملے میں دو لڑکیاں شہید ہوگئیں۔

20اکتوبر کو صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک کے مہاجر باز علاقے میں ہرات قندھار قومی شاہراہ پر سیکورٹی کے اہل کاروں نے مسافروں پر فائرنگ کردی، جس کے نتیجے میں چار مسافر شہید اور زخمی ہوگئے۔

21اکتوبر کو سرکاری طیاروں نے صوبہ بلخ کے ضلع دولت آباد کے جوی عرب کے علاقے میں ایک مسجد پر فضائی حملہ کیا، جس میں مسجد کو نقصان پہنچا اور ایک بچہ زخمی ہوگیا۔

21اکتوبر کو صوبہ تخار کے صدر مقام تالقان کے علاقے ہزارہ قرلق میں کابل انتظامیہ کے فضائیہ نے ایک مسجد پر بمباری کی جس میں 12 معصوم بچے شہید اور پیش امام سمیت 18 بچے زخمی ہوگئے۔ تخار کے گورنر نے بھی اس حملے میں عام شہریوں کی شہادت کی تصدیق کی، تاہم ایوان صدر کے نائب امر اللہ صالح نے اس حملے میں عام شہریوں کی شہادت کی تردید کی اور ڈھٹائی سے اعلان کیا کہ اس کارروائی میں مسلح طالبان کو نشانہ بنایا گیا۔

22اکتوبر کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے ہفت اسیا میں سیکورٹی فورسز کے اہل کاروں نے ایک چلتی کار پر فائرنگ کردی جس سے ایک شخص شہید اور اس کا 13 سالہ بیٹا زخمی ہوگیا۔

22اکتوبر کو سرکاری فوج نے صوبہ تخار کے ضلع خواجہ غار کے علقے قروق میں ایک گھر پر بمباری کی جس میں چھ افراد زخمی ہوگئے۔

23اکتوبر کو صوبہ خوست کے دار الحکومت کے قریب کونڈی کے علاقے میں پولیس اہل کاروں نے ایک دکان دار (محمد اکبر) کو اپنی دکان سے حراست میں لیا اور پھر منگسو کے علاقے میں شہید کردیا۔

25اکتوبر کو سیکورٹی فورسز نے صوبہ غزنی کے ضلع واعظ کے گاؤں شیخان پر مارٹر فائر کیا جس کے نتیجے میں ایک شہری شہید اور دوسرا زخمی ہوگیا۔

25اکتوبر کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع نرخ کے گاؤں چینو کے قریب حملہ آوروں کے ڈرون حملے میں ایک شہری (جیلانی خان) کے تین بچے شہید ہوگئے۔

25اکتوبر کو صوبہ بلخ کے ضلع چاربولک کے علاقے تیمورک میں سرکاری طیاروں کی بمباری سے دو مکانات کو نقصان پہنچا اور خواتین اور بچوں سمیت پانچ افراد زخمی ہوگئے۔

25اکتوبر کو صوبہ بلخ کے ضلع زارع کے علاقے بلند دریغ میں سیکورٹی فورسز کے حملے میں 3 بچے زخمی ہوئے اور لوگوں کو مالی نقصان پہنچا۔

25اکتوبر کو کابل کے ضلع موسہی کے گاؤں کٹہ سنگ میں سیکورٹی اہل کاروں ایک شہری (معلم الوزی) کو شہید کردیا گیا اور لوگوں کو مالی نقصان پہنچا۔

27اکتوبر کو صوبہ لوگر کے ضلع ازری کے کوزی چوتری کے علاقے میں سیکورٹی فورسز نے ایک شہری کو شہید کردیا۔

27اکتوبر کو صوبہ بلخ کے ضلع شولگرہ کے علاقے بودنہ قلاہ میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے 6 شہری شہید اور ایک زخمی ہوگیا۔

27اکتوبر کو صوبہ بلخ کے ضلع دولت آباد کے مرکز کے قریب سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے ایک شہری شہید اور دو دیگر زخمی ہوگئے۔

28اکتوبر کو صوبہ بدخشاں کے ضلع راغستان کے علاقے زرنداب میں سیکورٹی فورسز کے اہل کاروں نے رہائشی علاقوں پر ڈی سی توپوں سے حملہ کیا جس کے نتیجے میں پانچ کسان زخمی ہوگئے۔

28اکتوبر کو صوبہ قندوز کے ضلع خان آباد کے گاؤں کمانڈر محراب میں سرکاری طیاروں کے فضائی حملے میں ایک مسجد شہید اور متعدد مکانات منہدم ہوگئے۔

29اکتوبر کو صوبہ قندھار کے ضلع ارغنداب کے جوی لاہور کے علاقے میں سیکورٹی فورسز کے مارٹر حملے میں ایک خاتون اور چار بچے زخمی ہوگئے۔

30اکتوبر کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع جلریز کے علاقے زرلنگ میں سیکورٹی فورسز کی گولہ باری سے ایک مڈل اسکول جل گیا۔

30اکتوبر کو صوبہ قندھار کے ضلع ژڑی کے علاقے سنگ حصار میں فضائی حملے میں سات شہری زخمی اور ایک شہید ہوگیا۔

31اکتوبر کو صوبہ فاریاب ضلع قیصار کے کوہی اور قرقول علاقوں میں سیکورٹی فورسز کے بھاری ہتھیاروں کے حملے 3 بچے زخمی اور ایک خاتون شہید ہوگئی۔

31اکتوبر کو صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ کے تیسرے ضلع کے مانڈویان کے علاقے میں حملہ آوروں کے ڈرون حملے میں دو شہری شہید اور تین دیگر زخمی ہوگئے۔

31اکتوبر کو حملہ آوروں اور کابل انتظامیہ کی فورسز نے صوبہ روزگان کے ضلع دہراود کے مرکزی بازار پر بمباری کی جس میں بازار کی مارکیٹوں اور دکانوں کو بڑے پیمانے پر نقصان پہنچا۔

ذرائع: (بی بی سی ریڈیو، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک اور پژواک نیوز ایجنسی، افغان ویب سائٹ، لراوبر، نن ڈاٹ ایشیاء اور بینواویب سائٹس)

افغانستان اکتوبر 2020 میں

احمد فارسی

نوٹ:

یہ تحریر ان واقعات اور نقصانات پر مشتمل ہے جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ مزید اعداد و شمار دیکھنے کے لئے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ کا وزٹ کیجئے۔

ماہ اکتوبر میں مجاہدین ایک بار پھر کابل انتظامیہ کی فورسز کے خلاف سخت جنگ لڑنے اور انہیں بھاری نقصان پہنچانے پر مجبور ہوئے، اس کے علاوہ اس ماہ کے دوران دشمن کے سینکڑوں اہل کاروں کی ہلاکتوں کے علاوہ متعدد اضلاع بھی فتح ہوگئے، جب کہ سیکورٹی فورسز کی ایک بڑی تعداد مجاہدین میں شامل ہوگئی۔ ماہ اکتوبر کے اہم واقعات اور فتوحات مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت دیکھے جاسکتے ہیں۔

افغان فورسز کے نقصانات:

رواں سال کے پچھلے مہینوں کے مقابلے میں اکتوبر میں دشمن کو زیادہ جانی نقصان ہوا۔ یہاں دشمن کے بڑے نقصانات کی ایک فہرست پیش کی جائے گی۔ 7اکتوبر کو صوبہ لغمان کے ضلعی گورنر اور بغلان میں پولیس چیف کو ہلاک کردیا گیا، 8اکتوبر کو غزنی جیل کا نائب سربراہ مارا گیا۔ 10اکتوبر کو مجاہدین نے کابل کے ضلع پغمان میں مجاہدین شہدا کی لاشوں کی بے حرمتی کرنے والے کمانڈر کو ہلاک کردیا۔ 17اکتوبر کو صوبہ بلخ میں افغان فوج کا ایک سینئر کمانڈر، صوبہ پروان کے ضلع سالنگ کا مجرم کمانڈر اور ضلع بلوک کا کمانڈر مجاہدین نے الگ الگ واقعات میں ہلاک کردیا۔

19اکتوبر کو پکتیا کے ضلع زازی میدان کے ضلعی گورنر اور 20اکتوبر کو نیمروز اور غزنی صوبوں میں دو کمانڈر مارے گئے۔ 21اکتوبر کو صوبہ تخار کے پولیس چیف اپنے درجنوں اہل کاروں سمیت مجاہدین کے ساتھ ایک جھڑپ میں ہلاک ہوگئے۔ 24اکتوبر کو صوبہ کاپیسا کے ضلع الہ سائی کا سیکیورٹی چیف اور 30 اکتوبر کو پکتیا بارڈر رجمنٹ کے سربراہ کو ہلاک کردیا گیا۔

دوسری طرف 9اکتوبر کو قندہار میں دو جیٹ طیارے آپس میں ٹکرا گئے، 14 اکتوبر کو ہلمند کے ضلع نادہ میں دشمن کے دو ہیلی کاپٹر آپس میں ٹکرا گئے اور گر کر تباہ ہوگئے، اس واقعے میں پائلٹوں سمیت تمام ہیلی کاپٹر سوار ہلاک ہوگئے۔ 17اکتوبر کو قندھار میں حملہ آوروں کا ایک طیارہ گر کر تباہ ہوا۔

نہتے شہریوں پر تشدد:

2اکتوبر کو افغان فوجیوں نے صوبہ بلخ میں عام شہریوں کے مکانات کو تباہ کردیا۔ 10 اکتوبر کو صوبہ زابل میں کابل انتظامیہ کی بمباری میں ایک مسجد کو شہید کیا گیا۔ 13اکتوبر کو کابل انتظامیہ کے خلاف صوبہ بلخ کے عوام نے ایک احتجاجی ریلی نکالی اور مظاہرہ کیا، مظاہرے سے مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ افغان فوجیوں نے عام لوگوں کے گھروں پر گولہ باری کی اور انہیں اپنے گھر چھوڑنے پر مجبور کردیا، اسی دن قندھار میں سیکورٹی فورسز کی گولہ باری سے گیارہ افراد شہید اور زخمی ہوگئے۔ 16 اکتوبر کو صوبہ تخار میں دشمن کی بمباری کے نتیجے میں ایک خاندان کے پانچ افراد شہید ہوئے۔ 22اکتوبر کو افغان فضائیہ نے تخار میں ایک مسجد پر بمباری کی جس میں قرآن پاک پڑھنے والے 12 بچے شہید اور 18 بچے زخمی ہوئے۔

مذکورہ بالا دلخراش واقعات مظلوم اور غریب عوام کے خلاف کابل انتظامیہ کی درندگی کی ایک مثال ہے، نہتے شہریوں پر سیکورٹی فورسز کے مظالم اور تمام واقعات کی تفصیلات امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

ہتھیار ڈالنا:

کابل انتظامیہ کی سکیورٹی فورسز کے اہل کاروں کی امارت اسلامیہ میں جوق درجوق شمولیت کا نہ تھمنے والا سلسلہ ماہ اکتوبر میں بدستور جاری رہا، 14 اکتوبر کو امارت اسلامیہ نے ایک بیان جاری کیا کہ کابل انتظامیہ کے تیرہ سو (1300) اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے، آیئے ماہ اکتوبر میں ہونے والے ایسے واقعات کی مثال پیش کرتے ہیں۔

5 اکتوبر کو صوبہ جوزجان میں کابل انتظامیہ کے 7 اہل کار، صوبہ ہرات میں ایک اربکی کمانڈر اپنے 50 رکنی گروپ کے ساتھ مجاہدین میں شامل ہوئے۔ 9 اکتوبر کو کابل انتظامیہ کے 75 فوجی مجاہدین کے ہتھے چڑھ گئے۔ اسی دن صوبہ پکتیا میں کابل انتظامیہ کے 6 اہل کار مجاہدین میں شامل ہو گئے۔

11 اکتوبر کو کابل انتظامیہ کے درجنوں فوجی صوبہ بلخ میں مجاہدین میں شامل ہوئے، 12 اکتوبر کو قندھار اور روزگان صوبوں میں دشمن کے 41 مسلح اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا اعلان کیا، 14 اکتوبر کو پکتیا میں 15 اور خوست میں 31 فوجیوں نے کابل انتظامیہ کی صف سے علیحدگی اختیار کر کے امارت اسلامیہ میں شمولیت اختیار کی، 15 اکتوبر کو بغلان کے ضلع نہرین میں کمانڈر کوتر اپنے درجنوں اہل کاروں سمیت کابل انتظامیہ کی حمایت سے دستبردار ہو گئے۔ 16 اکتوبر کو بغلان میں 23 فوجیوں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالے۔ 23 اکتوبر کو قندھار میں 30 مسلح اہل کار مجاہدین میں شامل ہو گئے۔ 29 اکتوبر کو صوبہ روزگان کے ضلع دہراود میں مجاہدین نے ایک کمانڈر کو گرفتار کر لیا اور 31 اکتوبر کو روزگان اور قندھار میں دشمن کے 38 فوجیوں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔

الفتح آپریشن:

یکم اکتوبر کو صوبہ ہلمند میں آپریشنل سنٹر پر مجاہدین نے کامیاب حملہ کیا جس میں دشمن کے متعدد اہلکار ہلاک اور زخمی ہوئے، 3 اکتوبر کو صوبہ ننگرہار کے ضلع شینواری پر بھاری کار بم حملہ ہوا جس میں ضلعی ہیڈ کوارٹر تباہ کر دیا گیا اور دشمن کے درجنوں فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 7 اکتوبر کو مشترکہ دشمن نے صوبہ ہلمند میں مجاہدین پر حملہ کیا، جوابی کارروائی میں دشمن کو بھاری نقصان ہوا۔ اسی روز صوبہ زابل میں بھی مجاہدین کے ساتھ جھڑپوں میں کم از کم سات پولیس اہلکار ہلاک ہوئے۔

11 اکتوبر کو صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ کے حلقہ نمبر 4 کو مجاہدین نے فتح کر لیا اور اگلے دن مجاہدین تیسرے حلقہ میں داخل ہو گئے، اسی دن ہرات کے ضلع کرخ اور تخار میں متعدد چوکیاں فتح ہو گئیں۔ 15 اکتوبر کو ایک دھماکے میں زابل کا پولیس اسٹیشن تباہ ہو گیا اور اسی وقت ہرات میں دشمن کا ایک فوجی اڈہ مجاہدین کے حملے میں تباہ ہوا۔ 23 اکتوبر کو بدخشان کے صوبائی دارالحکومت میں ایک جھڑپ کے دوران دشمن کے 23 فوجیوں کو مجاہدین نے گرفتار کر لیا، اگلے روز صوبہ غور میں پولیس ہیڈ کوارٹر پر کار بم حملے کا واقعہ پیش آیا، جس میں ضلعی ہیڈ کوارٹر مکمل طور پر تباہ ہو گیا اور دشمن کو بھاری نقصان ہوا۔

23 اکتوبر کو مجاہدین نے صوبہ تخار کے ضلع اشکمش کی فتح کا اعلان کیا۔ 27 اکتوبر کو مجاہدین نے صوبہ خوست میں اسپیشل فورسز کے اڈے پر ہلاکت خیز حملہ کیا جس میں درجنوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

جارحیت کا انیسواں سال:

7 اکتوبر کو امریکہ اور نیٹو افواج کی جارحیت کے 19 برس مکمل ہو گئے، انیس سال قبل آج کے دن امریکہ سمیت 48 ممالک کی افواج نے ہمسایہ ممالک کی مدد سے افغانستان پر حملہ کیا تھا، ان کا خیال تھا کہ وہ اپنے افغان حامیوں کی مدد سے یہاں افغانستان میں اپنا نظام افغانوں پر مسلط کر دیں گے اور امن سے ہمیشہ کے لئے وہ یہاں قابض رہیں گے لیکن افغان عوام نے امارت اسلامیہ کی قیادت میں امریکی جارحیت کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور 19 سال تک ان کے خلاف یہ معرکہ جاری رکھا اور آخر کار قابض دشمن افغان مجاہد عوام کی مزاحمت کے خلاف گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا اور جارحیت کے خاتمہ کے لئے امن کا راستہ اختیار کیا۔

اکتوبر 2020 میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	اجیرلوں کی ہلاکتیں	اجیرلوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندھار	146	1			210	144	67	3	2	1
-2	ہلمند	158				453	432	127	65	107	
-3	زابل	106				220	64	14	2	5	
-4	روزگان	46				102	49	8	8	11	
-5	ہرات	104				169	123	35	11	9	
-6	فراہ	42				34	45	4	14	9	
-7	بادغیس	56				46	88	26	6	9	
-8	نیمروز	26				72	34	10	1	4	
-9	غور	14				13	41	6	4	5	
-10	فاریاب	28				41	65	10	5	16	
-11	کونڑ	26				27	17	1			
-12	نورستان	8				6	3				
-13	غزنی	61				110	73	31			
-14	خوست	37				33	39	2			
-15	میدان وردگ	79				67	80	24			
-16	لوگر	78				155	40	29			
-17	کاپیسا	20				26	23				
-18	پکتیا	88				113	85	33			
-19	پکتیکا	22				44	21	9		2	
-20	ننگرہار	50				88	79	17			
-21	لغمان	26				43	35	10			
-22	کابل	55				46	76	18			
-23	پروان	22				22	36	7			
-24	قندوز	53				140	94	15			
-25	بغلان	46				48	35	44			
-26	تخار	11				95	32	9			
-27	سمنگان	4				8	3				
-28	بدخشان	30				92	86	13			
-29	جوزجان	28				59	28	4			
-30	بلخ	85				167	88	26	1		
-31	بامیان										
-32	سرپل	30				54	76	17			
-33	دایکنڈی	11				30	26	1			
-34	پنجشیر										
مجموعہ		1596	1			2833	2160	617	120	179	1

فرمان امیر المؤمنین

شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

مجاہدین بھائیو!

اللہ تعالیٰ کی نصرت اور آپ کی بے دریغ قربانیوں کی بدولت اسلامی نظام قیام کی دہلیز پر ہے (ان شاءاللہ العزیز، وماذلک علی اللہ بعزیز)، تو اپنی صفیں اور بھی مضبوط اور منظم کریں۔ باہمی اتحاد اور بھی مضبوط کریں۔ کیوں کہ یہ سب کچھ اتحاد واتفاق کا نتیجہ ہے۔ اطاعت اور تقویٰ پر مزید توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکرادا کریں اور ہر طرح کی ان حرکتوں اور باتوں سے احتراز کریں جن سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوتی ہے۔ کیوں کہ یہ کامیابی کو ناکامی میں بدل دیتی ہے۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine